وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ط

بیاد : سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ

اپریل ۲۰۱۲ء

ماہنامہ عالمی

ترجمان القرآن

مدیر : پروفیسر خورشید احمد

الابلاغ ٹرسٹ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو شخص میری اُمّت کے معاملات کا ذمہ دار بنے اور پھر وہ لوگوں کو
پریشانیوں اور مشقتوں میں مبتلا کر دے تو اے خدا! تُو بھی اُس کی
زندگی تنگ کر دے، اور جو شخص میری اُمّت کے معاملات کا والی
بنے اور پھر لوگوں سے محبت و شفقت سے پیش آئے تو اے خدا!
تُو بھی اس پر رحم فرما۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

ماہنامہ عالمی

ترجمان القرآن

جلد۲، عدد۴، جمادی الاوّل ۱۴۳۳ھ، اپریل ۲۰۱۲ء

مدیر: پروفیسر خورشید احمد

نائب مدیر: مسلم سجاد

○ اشارات

صدر کا خطاب اور زمینی حقائق — پروفیسر خورشید احمد — ۳

پارلیمنٹ اور پاکستان کو درپیش چیلنج — " — ۸

سینیٹ میں جماعت اسلامی کی سہ سالہ کارکردگی — ۲۳

○ فہم حدیث

کلامِ نبویؐ کی کرنیں — مولانا عبدالمالک — ۳۳

○ تذکیر

فرقہ واریت: زہرِ قاتل — حافظ محمد ادریس — ۳۷

○ دعوت و تحریک

اُمت محمدیؐ کا مشن ـــــ

منصب، تقاضے اور مستقبل — ڈاکٹر یوسف قرضاوی — ۴۳

○ تحریکِ اسلامی

تحریکِ اسلامی کا پیغام — حسین احمد — ۵۷

○ مذاکرہ و مباحثہ

بنک کا سود اور تجارت کے لیے سودی قرضے — ۶۷

○ پاکستانیات

انٹرنیٹ کی دنیا: خطرناک رجحانات — سید وقاص جعفری/ عامر شہزاد — ۷۹

○ اخبار اُمت

نائیجیریا میں فسادات اور بم دھماکے — شہزاد الحسن چشتی — ۸۵

سینیگال میں بہارِ انقلاب — حافظ محمد ادریس — ۹۰

○ کتاب نما — ۹۷

○ مدیر کے نام — ۱۰۷

ادارتی امور: منصورہ، ملتان روڈ، لاہور - ۵۴۷۹۰ فون: ۰۴۲-۳۵۴۲۵۳۵۶ فیکس: ۳۵۴۳۲۱۹۴ ای میل: tarjuman@wol.net.pk

انتظامی امور: ۶- صابر سٹریٹ، ڈیلدار پارک، اچھرہ، لاہور- ۵۴۶۰۰ فون: ۰۴۲-۳۷۵۸۷۹۱۶-۳۷۵۰۲۰۴۸ فیکس: ۳۷۵۳۵۲۲۰

موبائل: ۰۳۰۷-۴۱۱۲۷۰۰ ای میل: tarjuman@tarjumanulquran.org ویب: www.tarjumanulquran.org

قیمت فی شمارہ: ۳۵ روپے ● زرسالانہ: ۳۵۰ روپے ● ۵ سال کے لیے: ۱۵۰۰ روپے ● معاون خصوصی: ۶۰۰۰ روپے

بنگلہ دیش، بھارت ۱۴۰۰ روپے ● ایران، مشرق وسطٰی، مشرق بعید، یورپ، افریقہ ۱۸۰۰ روپے ● امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا ۲۱۰۰ روپے

بنک اکاؤنٹ: بنام عالمی ترجمان القرآن، BOP, Ichhra, Br. Code 093, Lahore A/c 800-792-000-0

زیراہتمام: الابلاغ ٹرسٹ

اسلامی دستور کا مطالبہ

اِس کا علاج بجز اِس کے اور کچھ نہیں کہ جس طرح ۴۸ء-۴۹ء میں نظامِ اسلامی کے لیے ایک پاکستان گیر مطالبہ پوری قوت کے ساتھ اُٹھا تھا اور اسی کی بدولت یہ لوگ قراردادِ مقاصد پاس کرنے پر مجبور ہوئے تھے، اسی طرح اب پھر تمام ملک سے دستورِ جدید کے لیے ایک متفقہ مطالبہ اُٹھے ....

پھر مطالبہ صرف یہی نہ ہونا چاہیے کہ ملک کا نیا دستور بنایا جائے، بلکہ یہ بھی ہونا چاہیے کہ اس میں حسبِ ذیل اُمور کی قطعی صراحت ہو:

۱- ملک کا قانون اسلامی شریعت ہوگی۔

۲- کوئی ایسی قانون سازی نہ کی جاسکے گی جو شریعت کے احکام یا اصولوں کے خلاف ہو۔

۳- تمام ایسے قوانین کو منسوخ کیا جائے گا (خواہ بتدریج ہی سہی) جو شریعت کے احکام اور اصولوں سے متصادم ہوتے ہوں۔

۴- حکومت کا یہ فرض ہوگا کہ اُن برائیوں کو مٹائے جنھیں اسلام مٹانا چاہتا ہے، اور اُن بھلائیوں کو فروغ دے جنھیں اسلام فروغ دینا چاہتا ہے۔

۵- لوگوں کے شہری حقوق (تحفظِ جان و مال و آبرو، آزادیِ تحریر و تقریر، آزادیِ اجتماع اور آزادیِ نقل و حرکت) کو اُن کا جرم کھلی عدالت میں ثابت کیے بغیر، اور انھیں صفائی کا موقع دیے بغیر سلب نہ کیا جاسکے گا۔

۶- لوگوں کو حق ہوگا کہ انتظامیہ یا مقننہ اگر اپنے حدود سے تجاوز کرے تو وہ ملک کی عدالتوں سے چارہ جوئی کرسکیں۔

۷- عدلیہ انتظامی حکومت کی مداخلت سے آزاد ہوگی۔

۸- حکومت اس بات کی ضامن ہوگی کہ ملک میں کوئی شخص بنیادی ضروریاتِ زندگی (غذا، لباس، مکان، علاج اور تعلیم) سے محروم نہ رہے۔

اِن اُمور کی صراحت کے بغیر اگر کوئی دستور بنا بھی دیا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ اہلِ ملک کے کسی کام کا نہ ہوگا۔ ('اشارات'، سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمان القرآن، جلد ۳۸، عدد ۱-۲، رجب، شعبان ۱۳۷۱ھ، اپریل، مئی ۱۹۵۲ء، ص ۷)

صدر کا خطاب اور زمینی حقائق

پروفیسر خورشید احمد

۱۷ مارچ ۲۰۱۲ء کو صدر آصف علی زرداری صاحب نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کیا اور پانچویں بار تسلسل کے ساتھ خطاب کو ایک تاریخی کارنامہ قرار دیا۔ تاریخ کا فیصلہ تو ان شاء اللہ ضرور آئے گا اور تاریخ کا قاضی ہمیشہ بڑا بے لاگ فیصلہ دیتا ہے، لیکن جس طرح ان چار برسوں میں صدر زرداری اور وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے عوام کے عطا کردہ اس تاریخی موقعے کو نہ صرف ضائع کیا، بلکہ ملک کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے، اس نے ۶۵ سالہ آزادی کے ان چار برسوں کو پاکستان کی تاریخ کا تاریک ترین دور بنا دیا ہے۔ یہ تقریر قوم کے ساتھ ایک سنگین مذاق اور اپنے اور اپنی قوم کو دھوکا دینے کی بڑی افسوس ناک کوشش ہے۔ بلاشبہہ جناب آصف علی زرداری اور یوسف رضا گیلانی نے اپنے اقتدار کو بچانے اور طول دینے کے لیے سیاسی چالاکیوں اور نمایشی اقدامات (gimmicks) کی فراوانی کے باب میں بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں، لیکن ہمیں افسوس اور دُکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بظاہر اس کھیل میں پیپلز پارٹی کی یہ قیادت تو کامیاب رہی ہے لیکن پاکستان اور پاکستانی قوم ہار گئی ہے۔ ملکی زندگی کے ہر شعبے میں بگاڑ اور تباہی کے آثار روز افزوں ہیں لیکن اس قیادت کا حال یہ ہے کہ ؏

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

صدر صاحب کی تقریر کو بار بار پڑھ جایئے لیکن جن کامیابیوں اور فتوحات کا وہ ذکر فرما

رہے ہیں زمین پر ان کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ نہ معلوم صدر صاحب کس دنیا کی باتیں کر رہے ہیں اور کسے یقین دلا رہے ہیں کہ ''سب اچھا ہے''۔

اصولی طور پر صدرِ مملکت کے سالانہ دستوری خطاب کا مرکزی نکتہ حکومت کی ایک سالہ کارکردگی کا منصفانہ جائزہ ہوتا ہے، جس میں کامیابیوں اور ناکامیوں اور کوتاہیوں کی بے لاگ نشان دہی کی جاتی ہے اور آیندہ سال کے لیے حکومت کے منصوبوں، نئی پالیسیوں اور خصوصیت سے قانون سازی کے لیے ایک مکمل پروگرام دیا جاتا ہے۔ لیکن زرداری صاحب کی یہ پانچویں تقریر کسی اعتبار سے بھی صدرِ مملکت کی تقریر نہ تھی___ بس زیادہ سے زیادہ اسے پیپلزپارٹی کے شریک چیئرمین کی تقریر کہا جاسکتا ہے۔ اس سال کی تقریر میں ایک نئی بات یہ تھی کہ صدر صاحب نے وزیراعظم صاحب کی تعریف و توصیف کی اور ان کی سمجھ داری اور جرأت کو خراجِ تحسین پیش کیا جس کا کوئی تعلّق وزیراعظم صاحب کی کارکردگی سے نہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ این آر او کیس کے سلسلے میں زرداری صاحب کو قانون کی گرفت سے بچانے کے لیے انھوں نے عدالتِ عالیہ سے محاذ آرائی کا جو ڈراما رچایا ہے اور 'شہادت' اور کسی متوقع شش ماہی جیل یاترا کے بارے میں جو گوہرافشانیاں وہ فرما رہے ہیں، ان کا صلہ دینے کے لیے زرداری صاحب نے وزیراعظم صاحب پر تعریف و توصیف کے ڈونگرے برسانے کا کام انجام دیا ہے۔

زرداری صاحب نے خارجہ اور داخلہ پالیسیوں کے بارے میں اس تقریر میں کوئی نئی بات نہیں کہی۔ امریکا سے تعلقات جس نازک دور میں ہیں، اس کی بھی کوئی جھلک اس تقریر میں نہیں ملتی۔ افغانستان میں جس طرح امریکا بازی ہار گیا ہے اور پاکستان کو جس طرح وہ نشانہ بنا رہا ہے اس کی مذمت کے لیے، پھر ریمنڈ ڈیوس کا واقعہ، اور ۲ مئی اور ۲۶ نومبر کے سلالہ کے واقعات___ ان سب پر کچھ کہنے کے لیے ان کے پاس ایک جملہ بھی نہیں ہے۔ کشمیر کے مسئلے کو ٹالنے کے لیے ایک جملۂ معترضہ میں اس کا بے جا سا ذکر کیا ہے۔ ڈرون حملوں پر مذمت کا ایک لفظ بھی ارشاد فرمانے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ اس کے برعکس اپنے کارناموں میں ان باتوں کا اعادہ فرماتے ہیں جو ۲۰۰۹ء اور ۲۰۱۰ء میں بھی بیان کرچکے ہیں، یعنی این ایف سی اوارڈ (۲۰۰۹ء) اور اٹھارھویں ترمیم (اپریل ۲۰۱۰ء)۔ بلوچستان کے سنگین مسئلے کے بارے میں اُسی معافی کی درخواست کا اعادہ

کر دیا ہے جو تین سال پہلے کر چکے تھے اور اس کے بعد نہ صرف مسئلہ اور بھی سنگین ہو گیا ہے، بلکہ لاپتا افراد کی مسخ شدہ لاشوں کے تحفوں نے مسئلے کے حل کو اور بھی مشکل بنا دیا ہے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کے اصل قاتلوں کے سلسلے میں بھی ان کی تقریر خاموش ہے۔

اس وقت ملک کا اصل مسئلہ ملک کی آزادی، حاکمیت، عزت و وقار اور نظریاتی شناخت کی حفاظت کا ہے لیکن صدر صاحب کی تقریر میں اس کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی۔ ملک میں لاقانونیت، غربت، بے روزگاری، مہنگائی کا جو طوفان ہے اور توانائی کے بحران نے جس طرح صنعت کے ۶۰، ۷۰ فی صد کو مفلوج کر دیا ہے، اس کا کوئی اِدراک صدر مملکت کو نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ صدر صاحب اور عوام کے درمیان خلیج اتنی بڑھ گئی ہے کہ انھیں عوام کے مسائل اور مصائب کا کوئی احساس ہی نہیں، اور ان کی نگاہیں اشرافیہ اور مفاد پرست طبقات کی خوش حالی اور شاہ خرچیوں کی چکاچوند سے اتنی خیرہ ہیں کہ ان کو عوام کی زبوں حالی اور کس مپرسی کی کوئی جھلک بھی نظر نہیں آتی۔ وہ معاشی ترقی اور عوام کی خوش حالی کا ایسا نقشہ کھینچ رہے ہیں اور سرکار کی پالیسیوں کی ایسی حسین تصویر کشی کر رہے ہیں کہ انسان یہ سوچنے لگتا ہے کہ کیا وہ اور عوام ایک ہی پاکستان میں رہتے ہیں؟ یونیسیف کے تازہ ترین سروے کے مطابق آج پاکستان کی آبادی کا ۵۸ فی صد کم غذائیت کا شکار ہے۔ گذشتہ چار برس میں ۲ کروڑ ۸۰ لاکھ افراد مزید غربت کی لکیر سے نیچے گر چکے ہیں۔ اسی طرح شدید غربت کے شکار افراد کی تعداد ۷ کروڑ ۴۰ لاکھ ہو گئی ہے لیکن صدر صاحب کا ارشاد ہے کہ:

''حکومت کی معاشی پالیسیوں کا صرف ایک ہدف تھا: عام آدمی تک فوائد پہنچنے کو یقینی بنانا''۔

صدر صاحب نے معاشی حالات کے بارے میں جو اعداد و شمار دیے ہیں وہ اتنے گمراہ کن ہیں کہ ان کی دیدہ دلیری پر تعجب ہوتا ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ افراطِ زر اور مہنگائی کو ۲۵ فی صد سے کم کر کے ۱۲ فی صد پر لے آیا گیا ہے۔ گویا اسے آدھا کر دیا گیا ہے لیکن حقائق کیا ہیں؟ فروری ۲۰۰۸ء میں جب پی پی پی اقتدار میں آئی ہے مہنگائی کی شرح ۱۲ فی صد تھی جو ان کے دور کے پہلے چھے مہینوں میں بڑھ کر ۲۵ فی صد ہو گئی۔ ۲۰۱۱ء کے بجٹ میں ہدف ۱۰ فی صد سے کم کا رکھا گیا تھا، یعنی زیادہ سے زیادہ ۹ فی صد، لیکن اسٹیٹ بنک کی ۲۰۱۱ء کی سالانہ رپورٹ کی رُو سے سالِ رواں میں افراطِ زر ۱۲ء۵ فی صد ہو گا۔ اور اگر ان چار برسوں میں واقع ہونے والی مجموعی مہنگائی کو لیا جائے تو وہ

۱۰فی صد سے زیادہ ہے۔ اسی طرح ان کا دعویٰ ہے کہ ملک کی برآمدات ۲۵ ارب ڈالر سے تجاوز کر گئی ہیں، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس اضافے کی وجہ برآمدات میں اضافہ نہیں، عالمی منڈی میں کپاس کی قیمت میں اضافہ ہے جو ۹۸ سینٹ فی پونڈ سے بڑھ کر دو ڈالر اور ۴۰ سینٹ ہوگئی تھی اور جس کی وجہ سے برآمدات میں ۵ء۳ ارب ڈالر کا اضافہ ہوگیا تھا۔ اب قیمتیں پھر گرگئی ہیں اور گذشتہ تین ماہ میں برآمدات میں نمایاں کمی ہوئی ہے۔ اسی طرح مبادلۂ خارجہ کے ذخائر کا دعویٰ بھی ایک مغالطے پر مبنی ہے۔ ۱۸ ارب ڈالر کا جو دعویٰ کیا ہے وہ بھی ایک دھوکا ہے۔ یہ صورت حال جون ۲۰۱۱ء کی ہے۔ مارچ ۲۰۱۲ء میں جب صدر صاحب خطاب فرما رہے تھے یہ ذخائر صرف ۱۶ ارب ڈالر ہیں اور ان میں بھی ساڑھے سات ارب ڈالر آئی ایم ایف سے حاصل شدہ قرض ہے جس کی ادایگی اس سہ ماہی سے شروع ہوگئی ہے۔

صدر صاحب نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا کہ جب وہ برسرِ اقتدار آئے ہیں ملک پر بیرونی قرضے کا بار ۴۰ ارب ڈالر تھا جو اب بڑھ کر ۶۱ ارب ڈالر ہوگیا ہے، یعنی ۲۱ ارب ڈالر کا اضافہ ان چار برسوں میں ہوا ہے۔ اگر ملک کے اندرونی قرضوں کو لیا جائے تو ان میں ۱۰۰ فی صد سے بھی زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ ۲۰۰۷ء میں بیرونی اور اندرونی قرضوں کا حجم ۴ ہزار ۸ سو ارب روپے تھا جو ۲۰۱۱ء میں بڑھ کر ۱۰ ہزار ۴ سو ارب روپے ہوگیا ہے اور اگر سالِ رواں کے نئے قرضوں کو بھی اس میں شامل کرلیا جائے تو قرض کا مجموعی بوجھ ۱۲ ہزار ارب روپے کو چھو رہا ہے۔ یہ ہے وہ خطرناک معاشی دلدل جس میں اس قیادت نے ملک کو پھنسا دیا ہے۔

صدر صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کے دور میں بجلی کی پیداوار میں ۳۳۰۰ میگاواٹ کا اضافہ ہوا۔ یہ دعویٰ بھی صریح مغالطے پر مبنی ہے۔ سوال یہ ہے کہ فی الحقیقت اتنا اضافہ ہوا ہے تو پھر بجلی کی لوڈشیڈنگ کیوں ہورہی ہے؟ بجلی کی پیداواری صلاحیت تو کسی وقت بھی کم نہیں تھی۔ ملک ۱۹ ہزار میگاواٹ پیدا کرسکتا ہے مگر عملاً پیداوار ۱۰ سے ۱۲ ہزار میگاواٹ کے درمیان ہورہی ہے، جو کچھ مواقع پر ۸ اور ۹ ہزار میگاواٹ تک گرچکی ہے۔ اس کی اصل وجہ بدانتظامی اور کرپشن ہے۔ گردشی قرض بھی اس کی ایک وجہ ہے جسے چار برس میں بھی ختم نہیں کیا جاسکا ہے، اور اس سال بھی یہ ۳۰۰ ارب روپے سے متجاوز ہے۔

ایک اور بڑا مسئلہ حکومت کی شاہ خرچیوں اور مصارف کا آمدن سے کہیں زیادہ ہونا ہے، جس کے نتیجے میں مالی خسارہ بڑھ رہا ہے جس کے لیے قرضے لیے جارہے ہیں اور نوٹ چھاپے جارہے ہیں۔ اب صرف سود کی مد میں سالانہ ایک ہزار ارب روپے ادا کرنے پر نوبت آگئی ہے جو دفاع اور ترقیاتی بجٹ دونوں کے مجموعے سے بھی زیادہ ہے۔

یہ ساری چیزیں نہ صدر صاحب کو نظر آرہی ہیں اور نہ ان کی تقریر میں ان مسائل اور چیلنجوں کے حل کے بارے میں کوئی ایک لفظ بھی پایا جاتا ہے۔ اس تقریر میں حقائق سے اغماض اور جھوٹے دعووں اور خوش فہمیوں کی بہتات کے سوا کچھ نہیں۔ جب ملک کی قیادت حقائق سے آنکھیں بند کرلے اور خیالی دنیا میں مگن ہو تو اصلاحِ احوال کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ ملک کے حالات کو سنبھالنے کا اب اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نظر نہیں آتا کہ جلد از جلد نئے، منصفانہ اور شفاف انتخابات کا انعقاد کیا جائے، تاکہ قوم دیانت دار اور باصلاحیت قیادت کو زمامِ کار سونپ سکے جو پوری قوم کو اعتماد میں لے کر اور ان کے دُکھ درد کے پورے احساس کے ساتھ ہی نہیں، بلکہ ان کی مشکلات کو اپنی مشکلات بنا کر زندگی کے ہر شعبے میں اصلاح اور تعمیرِ نو کا کام انجام دے۔ پاکستان کے پاس وسائل کی کمی نہیں، کمی دیانت دار اور باصلاحیت قیادت کی ہے، جو اپنے ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر ملک اور قوم کے مفاد میں کام کرے، جو اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر قوم کو مشکلات سے نکالے اور جو سیاست کو عبادت کے جذبے سے انجام دے ____ عوام میں سے ہو، عوام کے دکھ درد میں شریک ہو، عوام کے سامنے جواب دہ ہو، اور دستور، قانون اور اخلاقی اقدار کے فریم ورک میں اچھی حکمرانی کے ذریعے، پاکستان کی اس کی اس منزل کی طرف پیش قدمی یقینی بنائے جس کے لیے اقبال کے وژن اور قائداعظم کی قیادت میں برعظیم کے مسلمانوں نے جدوجہد کی تھی اور جسے تین لفظوں میں اسلامی، جمہوری اور فلاحی ریاست اور معاشرہ کہا جاسکتا ہے۔

پارلیمنٹ اور پاکستان کو درپیش چیلنج

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ، الحمد للّٰہ رب العالمین۔ والصلوۃ والسلام علٰی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

جناب چیئرمین! میرے لیے آج کا دن غیرمعمولی اہمیت رکھتا ہے۔ اس معزز ایوان میں ۱۲ مارچ ۱۹۸۵ء کو میں نے قدم رکھا اور چیئرمین صاحب کے انتخاب کے بعد پہلی تقریر میں نے کی اور آج میں الوداعی خطاب کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، جماعت اسلامی کی تائید اور آپ حضرات کے تعاون سے میں نے اس ایوان میں ۲۱ سال گزارے۔ یہ دور ایسا ہے کہ جس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں پاتا کیونکہ یہ میری زندگی کے بڑے فیصلہ کن سال رہے ہیں۔ وسیم سجاد صاحب کے ساتھ مجھے بھی یہ سعادت حاصل ہے کہ ہم اس ایوان کے سب سے زیادہ لمبی مدت تک خدمت انجام دینے والے رکن ہیں۔ اس کی یادیں ہمیشہ رہیں گی اور میں ہمیشہ اس ایوان کے مضبوط تر، مؤثر ہونے اور پاکستان کی تعمیر میں ایک کلیدی کردار ادا کرنے کے لیے دعاگو رہوں گا۔

جناب والا! میں اپنے فرض میں کوتاہی کروں گا اگر سب سے پہلے آپ کا شکریہ ادا نہ کروں ۔ ہر چیئرمین نے اپنے اپنے انداز میں اس ایوان کو چلانے کی کوشش کی ہے لیکن میری نگاہ میں آپ کا ایک قابل قدر کارنامہ یہ ہے کہ ایک طرف آپ نے لیاقت کے ساتھ دستور، قانون اور ضوابط کی پابندی کا اہتمام کیا ہے، تو دوسری طرف (جو سب سے مشکل کام تھا) ایک سیاسی پارٹی سے وابستگی کے باوجود آپ نے اس منصب کے تقدس کا پاس کیا اور اس کے کام کو چلانے میں آپ نے

☆ پروفیسر خورشید احمد کا سینیٹ آف پاکستان سے الوداعی خطاب۔ ۹ مارچ ۲۰۱۲ء

توازن، اعتدال، افہام وتفہیم اور ایک دوسرے کو ساتھ لے کر چلنے کا مظاہرہ کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے یہ اچھی مثال قائم کی ہے۔ میں آنے والے چیئرمین صاحب سے بھی بڑے ادب سے یہ عرض کروں گا کہ وہ اس روایت کو قائم رکھیں۔ یہ جمہوریت کی جان ہے اور اس ایوان کی عزت، تقدس اور حفاظت کے لیے بے حد ضروری ہے۔ میں کھلے دل سے آپ کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور آپ کے لیے اپنی نیک دعائیں پیش کرتا ہوں۔ اس موقعے پر ڈپٹی چیئرمین جناب جان جمالی صاحب کی خدمات کا اعتراف بھی ضروری ہے۔ انھوں نے آپ کی عدم موجودگی میں ایوان کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اور شگفتہ انداز میں چلایا اور تمام معاملات کو انجام دینے میں مثبت کردار ادا کیا۔

سینیٹ کا عملہ بھی ہمارے شکریے اور مبارک باد کا مستحق ہے، خصوصیت سے راجا محمد امین صاحب اور ہمارے سیکرٹری افتخار اللہ بابر صاحب، ان کے معاونین محبوب صاحب، انور صاحب اور وہ دوسرے تمام افراد جو اس ایوان کو چلانے میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ خاص طور پر میں ان افراد کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو سٹیج پر تو نہیں بیٹھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی خدمات بڑی گراں قدر ہیں، حالانکہ وہ خود گمنامی میں ہیں مگر ان کی وجہ سے ہم سب اپنا اپنا کام مؤثر انداز میں ادا کرسکے ہیں۔ اس سلسلے میں خصوصیت سے اخباری رپورٹرز حضرات کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے ہماری تقاریر کو محفوظ کیا ہے۔ انھوں نے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے گو، ابھی مزید بہتری کی گنجایش اور ضرورت ہے لیکن بہرحال میں ان کی حسن کارکردگی کا اعتراف کرتا ہوں۔ اسی طرح میں سینیٹ کے تمام نائب قاصدوں اور محافظ حضرات کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ نیز پریس، الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا سے متعلق تمام افراد کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں جنھوں نے ہماری بات کو قوم تک پہنچانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

● **استحکامِ سینیٹ کے لیے اقدامات**: جناب والا! مجھے اجازت دیں کہ میں سب سے پہلے خاص طور پر ان چیزوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراؤں جنھیں ان دو دہائیوں میں اس سینیٹ کا اہم کارنامہ کہا جاسکتا ہے۔

——— اس سلسلے کی اہم ترین چیز سینیٹ قواعد کی از سرنو تدوین اور ترتیب ہے۔ یہ کام ملک کی آزادی کے فوراً بعد ہونا چاہیے تھا مگر کسی نے اس کی فکر نہ کی۔ یہ سینیٹ تھا جس نے میری

تحریک پر اس کام کا آغاز کیا اور ۱۹۸۸ء میں ایسے قواعد وضوابط مرتب اور نافذ کیے جو اس ایوان کی کارکردگی کو دستور کے تقاضوں کے مطابق مؤثر انداز میں انجام دینے میں مدومعاون ہوں۔

—— دوسرا بڑا اہم کام ملک کی تاریخ میں پہلی بار پارلیمنٹ کے ایوانِ بالا میں شعبۂ تحقیق (Research Departmnet) قائم کرنے سے متعلّق ہے۔ الحمدللہ اس شعبے کے قیام کی تجویز بھی میں نے دی تھی اور اس کے قیام کے بعد، اس کی نگرانی میں بھی چیئرمین سینیٹ اور دوسرے رفقاے کار کے ساتھ اپنا کردار ادا کرتا رہا۔ سینیٹ کے بعد قومی اسمبلی نے بھی تقریباً اسی انداز میں یہ دونوں کام کیے، یعنی قواعدِ کار کی تشکیلِ نو اور تحقیقی شعبے کا قیام۔ گو، سینیٹ میں ابھی ارکان کے لیے تحقیق اور معاونت کی وہ سہولتیں فراہم نہیں کی جارہیں جو ان کا حق ہے لیکن اس سمت میں آغاز کار ہوگیا ہے۔ مجھے خوشی ہے سینیٹ میں قومی اسمبلی کے مقابلے میں ارکان کی تعداد ایک تہائی سے بھی کم ہے لیکن سینیٹ کے شعبۂ تحقیق میں اس وقت ۱۱/افراد کام کررہے ہیں، جب کہ قومی اسمبلی میں یہ تعداد صرف نو ہے۔

—— اسی طرح میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ سینیٹ نے اپنے گریڈ ایک سے ۱۶ تک کے ملازمین کی ضرورت کے وقت مدد کے لیے اسٹاف ویلفیئر فنڈ قائم کیا جو ایک نیا تصور ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس کے آغاز کی تجویز وتحریک کی سعادت بھی مجھے حاصل ہوئی۔ اس کے نتیجے کے طور پر گریڈ ایک سے ۱۶ تک کے ملازمین میں سے ایک بڑی تعداد کو ہر سال ۳۰، ۴۰ لاکھ روپے کی مدد مل رہی ہے۔ میں اس وقت خاص طور پر سینیٹ کے آنے والے اراکین سے درخواست کروں گا کہ اس ادارے کو مضبوط اور مزید مستحکم کریں اور اس فنڈ میں دل کھول کر حصّہ لیں۔ یہ بڑی روشن روایت ہے جو ہم نے قائم کی ہے۔ اس کو جاری رکھنا ضروری ہے۔

—— اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی کہوں گا کہ ہمیں یہ بات بھی اپنے سامنے رکھنی چاہیے کہ سینیٹ نے ان ۴۰ سالوں میں خود اس ادارے کے وقار اور کارکردگی کو بڑھانے میں مفید خدمات انجام دی ہیں۔ بلاشبہہ یہ کام خواہ سُست رفتاری ہی سے ہوا ہو، لیکن اس سلسلے میں ہمارے قدم آگے ہی بڑھے ہیں۔ جب ۱۹۷۳ء میں سینیٹ قائم ہوا تو اس کے ارکان کی تعداد صرف ۴۳ تھی۔ اس کے بعد اس میں ٹیکنوکریٹس کا اضافہ ہوا، خواتین کا اضافہ ہوا، غیرمسلموں کا اضافہ ہوا جس سے

یہ تعداد بڑھی اور آج ہماری تعداد ۱۰۴ ہے۔ بات صرف تعداد کی نہیں، اس سے بھی اہم چیز اس ادارے کو فیڈریشن کے ایوان بالا ہونے کی حیثیت سے جو اختیارات حاصل ہونے چاہییں، ان کے حصول کے لیے بھی ہم نے برابر کوشش کی اور آج سینیٹ کئی اعتبار سے زیادہ بااختیار اور زیادہ متحرک ادارہ ہے۔

مثال کے طور پر اگر آپ اختیارات کو دیکھیں تو جس وقت یہ قائم ہوا، اس وقت بالکل لولا لنگڑا سینیٹ تھا اور اس کے اختیارات نہ ہونے کے برابر تھے، لیکن آٹھویں ترمیم اور، اٹھارھویں ترمیم کے ذریعے سے ہم نے بڑی منظّم کوشش کی ہے کہ سینیٹ کے کردار کو زیادہ مؤثر بنایا جاسکے اور آہستہ آہستہ اس کے قدم آگے بڑھے ہیں، لیکن ابھی بہت سے مراحل طے کرنا باقی ہیں۔ اس لیے میں آج یہ بات کہنا چاہتا ہوں اور خاص طور پر جو ارکان اب اس ایوان میں شامل ہو رہے ہیں، میں ان سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی سینیٹ کو وہ مقام نہیں ملا ہے جو ایک فیڈریشن کے پورے نظام کو خوش اسلوبی سے انجام دینے کے لیے ضروری ہے۔

اس سلسلے میں دو تین چیزیں بڑی ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ سینیٹ کو وہی پوزیشن حاصل ہونی چاہیے جو قومی اسمبلی کی ہے، اور یہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک سینیٹ کے ممبران کا انتخاب بالغ رائے دہی کی بنیاد پر عوام کے بلاواسطہ ووٹوں سے نہ ہو۔ میں نے جتنا بھی غور کیا، میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ بلاواسطہ انتخاب کے بغیر سینیٹ فیڈریشن کی حفاظت کا وہ کردار ادا نہیں کرسکتا جس کے بغیر فیڈریشن مکمل نہیں ہوتی۔ البتہ میں اس رائے کا سختی سے قائل ہوں کہ یہ انتخاب متناسب نمایندگی کی بنیادوں پر ہونا چاہیے تاکہ تمام سیاسی قوتوں کو اس ایوان میں ان کی عوامی تائید کے تناسب سے نمایندگی مل سکے۔ یہی وہ وجہ ہے کہ جہاں ہم سینیٹ کے بلاواسطہ انتخاب کو ضروری سمجھتے ہیں، وہیں طریقہ انتخاب کے لیے بھی متناسب نمایندگی کے اصول پر اصرار کرتے ہیں تاکہ اس میں تمام نقطہ ہاے نظر اپنا اپنا مقام حاصل کرسکیں۔ یہ ایک نہایت اہم ضرورت ہے۔ اس کا پورا ہونا بہت ضروری ہے۔

اس موقعے پر میں یہ اعتراف بھی کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ طریقۂ انتخاب میں روپے پیسے کا چلنا، سیاسی جوڑ توڑ اور مقتدر اداروں اور افراد کے کردار سے جو تصویر سامنے آرہی ہے وہ اس

ادارے کے دامن پر ایک بڑا ہی بدنما دھبا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس سلسلے میں بھاری اکثریت کا دامن پاک ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سینیٹ کے انتخاب میں کچھ مقامات پر یہ گند پھیلایا گیا ہے جس کی وجہ سے اس مقتدر ادارے پر لوگوں کے اعتماد کو بڑی ٹھیس لگی ہے۔ وجہ واضح ہے کہ اگر دیگ کے چند چاول بھی زہر آلود ہوں تو اس سے سارا پکوان متاثر ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہمارا دستوری کردار مؤثر ہونا چاہیے اور ہماری اخلاقی پوزیشن بھی مستحکم اور بے داغ ہونی چاہیے۔ مستقبل میں دونوں پہلوؤں سے اصلاح فیڈریشن کو اور اس ملک کو مضبوط کرنے اور جمہوریت کو فروغ دینے کے لیے معاون ہوں گی۔

● **قانون سازی کے لیے اقدامات**: اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ گو، قانون سازی اس ایوان کی ایک اہم ذمہ داری ہے اور پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کو قانون سازی کے سلسلے میں ایک بڑا کلیدی کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ تین مزید وظائف (functions) ہیں جن کا ذکر ضروری ہے اور یہ سب بھی قانون سازی سے کچھ کم اہم نہیں ہیں۔ ہم نے ان میں سے ہر ایک کے بارے میں کچھ خدمات انجام دینے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے ہمیں ان تمام امور کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے اور سینیٹ کی کارکردگی کا جب بھی آپ جائزہ لیں اس میں تمام وظائف کار کو سامنے رکھ کر ہی انصاف کیا جا سکتا ہے۔

——— سینیٹ اور قومی اسمبلی عوام کے جذبات و احساسات کے اظہار کا ایک ادارہ ہے۔ یہ قوم کی زبان ہے، اس لیے قراردادوں، توجہ دلاؤ نوٹس اور وقت کے مسائل پر آواز اٹھانا ایک کار منصبی ہے۔ اس کے لیے ہم نے ضوابط کار میں بہت سی بنیادی تبدیلیاں کی ہیں اور اب قراردادوں کے علاوہ صفر گھنٹہ (Zero Hour) کا اضافہ کیا ہے جو ایک مفید تبدیلی ہے۔ اس طرح ارکان کو یہ موقع ملے گا کہ وہ ہر روز issues of the day (آج کے مسائل) کو اٹھا سکیں۔ میرے خیال میں یہ ایک اہم پیش رفت ہے اور عوام کے جذبات کے اظہار کے لیے بہت ضروری ہے۔ ساتھ ہی آپ کو معلوم ہے کہ تحریکِ التوا وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے عوام کی مشکلات، ان کے مسائل کو ایوان میں لایا جا سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پہلو سے سینیٹ نے بڑی اہم خدمات انجام دی ہیں۔ اگر آپ تحریکِ التوا کی تعداد لے لیں تو آپ دیکھیں گے کہ اس اعتبار سے ہم نے کیا

کردار ادا کیا ہے۔ اوسطاً ۱۸۰۰ سے ۲۰۰۰ تک التوا کی تحریکیں ہر سال آتی رہی ہیں اور مجھے اور جماعت اسلامی کے دوسرے ارکان کو بھی سعادت حاصل رہی کہ ان میں تقریباً ۲۰ فی صد، یعنی ۱۰۰ سے زیادہ تحریکیں ہم نے پیش کی ہیں۔

—— تیسری چیز پالیسی سازی میں کردار ہے۔ بلاشبہہ پالیسی بنانا اور اس کی تنفیذ انتظامیہ کی ذمہ داری ہے لیکن صحیح پالیسی کی نشان دہی میں سینیٹ کا کردار بھی اہمیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دستور میں بھی پارلیمنٹ کے سامنے بنیادی پالیسیوں کو پیش کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں پارلیمنٹ نے اپنا کردار قرارِ واقعی ادا نہیں کیا۔ یہ بات ریکارڈ پر لاتے ہوئے ہمیں دکھ ہوتا ہے کہ ریاستی پالیسی کے رہنما اصول کے بارے میں دستور جو لازم کرتا ہے کہ ہر سال اس کی رپورٹ آئے، پہلے قومی اسمبلی اور اب دونوں ایوانوں میں، لیکن یہ خانہ برسوں سے خالی رہا ہے اور کسی نے بھی اس کی فکر نہیں کی۔ سینیٹ نے اس مسئلے کو اُٹھایا ہے اور اس سال پہلی بار حکومت نے مجبور ہو کر نئے سال کی رپورٹ اس ایوان میں پیش کی ہے۔ پہلے یہ نہیں آیا کرتی تھی۔ جناب چیئرمین! اس سلسلے میں آپ کا بھی کردار ہے کہ ہمارے مسئلہ اٹھانے پر آپ نے اصرار کیا اور اب وہ رپورٹیں آرہی ہیں۔ اس طرح سینیٹ پالیسی سازی میں بھی بڑا کردار ادا کرسکتا ہے۔

—— پارلیمنٹ کا چوتھا کردار میری نگاہ میں بہت ہی اہم ہے اور وہ انتظامیہ (executive) پر نگرانی (oversight) اور ان کی جواب دہی (accountability) ہے۔ یہ عمل ماضی میں بہت کمزور اور غیرمؤثر تھا۔ لیکن اس سینیٹ نے کمیٹی سسٹم کو مؤثر بنا کر انتظامیہ کے محاسبے کو مضبوط کیا ہے۔ جناب والا! کمیٹی سسٹم کے بارے میں آپ کو یاد دلاؤں گا کہ ہم نے سینیٹ کی کمیٹیوں کو اپنے صدر کو منتخب کرنے کا اختیار دیا، جب کہ ماضی میں متعلقہ وزیر صدر ہوتا تھا اور اس طرح احتساب ناممکن ہوگیا تھا۔ پھر کمیٹیوں کو از خود مسائل پر کارروائی کرنے کا اختیار دیا اور انھیں معلومات حاصل کرنے کے لیے بااختیار بنایا گیا۔ یہ ایک تاریخی تبدیلی اور اضافہ (historic innovation) ہے، یعنی مجالسِ قائمہ سے آگے بڑھ کر Functional Committees (مجالسِ عمل درآمد) کا تصور بھی متعارف کیا۔ فنکشنل کمیٹی کا تصور یہ ہے کہ وہ مسائل کی بنیاد پر قائم کی گئی ہیں، اور ان میں جن معاملات کے لیے کمیٹیاں قائم کیں ان میں بنیادی حقوق کا مسئلہ

،کم ترقی یافتہ علاقوں کے مسائل اور حکومت کے اعلانات اور وعدوں کے فالواَپ کے کاموں کو اہمیّت دی۔ اس طرح انسانی حقوق، کم ترقی یافتہ علاقوں اور انتظامیہ کے احتساب اور عوامی مسائل پر توجہ کو مرکوز کرنے اور ضروری سفاشات مرتب کرنے کا کام شروع کیا۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان چاروں وظائف کو سامنے رکھ کر ہمیں سینیٹ کی کارکردگی اور اس کے کردار کے ارتقا کو دیکھنا چاہیے۔ میں آگے بڑھنے سے پہلے یہ بات کہنا چاہوں گا کہ جہاں اس پہلو سے سینیٹ نے میری نگاہ میں بڑا مثبت کردار ادا کیا ہے، وہیں چند مسائل ایسے ہیں جو میں اپنے اس الوداعی خطاب میں چاہتا ہوں کہ ریکارڈ پر بھی آجائیں اور آنے والے سینیٹ کے ارکان بھی اس کی فکر کرسکیں۔

● **سینیٹ کے ایامِ کار میں اضافے کی ضرورت:** پہلی چیز یہ ہے کہ جتنا وقت سینیٹ نے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے میں دیا ہے، میری نگاہ میں وہ بہت ناکافی ہے۔ بلاشبہہ دستور کے مطابق ۹۰ ایامِ کار کو بڑھا کر ۱۱۰ دن کیا گیا ہے لیکن ان ایام میں جو کام کیا جارہا ہے، وہ ناکافی ہے۔ ایک ادارے پلڈاٹ (PILDAT) (Pakistan Institute of Legislative Development and Transparency) نے اس معاملے میں ایک رپورٹ شائع کی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اجلاس ہمیشہ آدھے گھنٹے سے ایک گھنٹے تک تاخیر سے شروع ہوئے ہیں۔ ہم نے جو اصل وقت صرف کیا ہے، وہ اوسطاً تین گھنٹے یومیہ ہے، جب کہ بھارت کی راجیہ سبھا میں اوسطاً کارکردگی کا وقت چار گھنٹے سے زیادہ رہا ہے اور برطانیہ میں اس سے بھی زیادہ۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایوان کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے ہم یومیہ زیادہ وقت صرف کریں، حاضری بہتر ہو اور اجلاس بھی وقت پر شروع کیے جائیں۔

جناب والا! دوسری بات جس کا آپ نے بھی نوٹس لیا اور ہمیں بھی اس کو بار بار اٹھانا پڑا وہ وزرا حضرات کی عدم دل چسپی ہے۔ دستوری اعتبار سے پوری کابینہ بشمول وزیراعظم سینیٹ کے سامنے جواب دہ ہیں۔ اس باب میں لاپروائی اور سہل انگاری کا رویہ کسی طرح بھی قابل برداشت نہیں ہے۔ ہم نے آیندہ کے لیے اپنے قواعد میں یہ بھی ایک بہت اہم نیا اضافہ کیا ہے کہ وزیراعظم سینیٹ میں آئیں اور وقت دیں۔ PILDAT کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰۰۹ء-۲۰۱۰ء

میں وزیراعظم صاحب پورے سال میں صرف ۲۵ منٹ کے لیے اس ایوانِ بالا میں تشریف لائے۔ ۲۰۱۰ء-۲۰۱۱ء میں یہ ۲۵ منٹ بھی کم ہو کر ۱۵ منٹ رہ گئے ہیں۔ یہ شرمناک بات ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم اس بات کو اُٹھائیں کیونکہ ایسا کرنا بہت ضروری ہے۔ قانون سازی کے باب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تین سال میں سینیٹ میں کل آٹھ قوانین پیش ہوئے ہیں اور کل ۴۹ قوانین ایسے ہیں جو یہاں سے منظور ہوئے ہیں۔ جب میں اس کا بھارت کی راجیہ سبھا سے موازنہ کرتا ہوں تو راجیہ سبھا میں ان تین برسوں کے اندر ۱۳۲ قوانین منظور کیے گئے ہیں۔ امریکا میں قانون سازی کی سالانہ اوسط ایک ہزار کے لگ بھگ ہے۔ ہمارے ہاں قانون سازی اب بھی بہت پیچھے ہے اور آرڈی ننس اب بھی جاری ہو رہے ہیں۔ گو، اس پر دستور کی ۱۸ویں ترمیم کے ذریعے پابندیاں لگادی گئیں ہیں لیکن آیندہ سینیٹ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس میدان میں زیادہ فعال کردار ادا کرے۔

● **حکومتی کارکردگی اور احتساب:** سوالات حکومت کی کارکردگی پر احتساب کا ایک مؤثر ترین ذریعہ ہیں۔ اس کے بارے میں پوزیشن یہ ہے کہ ہر سال اوسطاً تقریباً ۱۸۰۰ سے ۲۰۰۰ سوالات ارکان کی طرف سے حکومت کو بھیجے گئے ہیں لیکن عملاً جو جوابات آئے وہ صرف ۳۵ فی صد سوالوں کے ہیں، یعنی ۶۵ فی صد سوال جواب سے محروم رہے۔ یہ ایوان کے استحقاق کی نفی ہے۔ واضح رہے کہ جو سوالات سینیٹ نے وصول کیے ہیں ان میں سے تقریباً ۲۰ فی صد سینیٹ کی انتظامیہ نے قبول نہیں کیے اور ۸۰ فی صد قبول ہوئے، لیکن ان قبول شدہ سوالات میں سے بھی صرف ۳۵ فی صد کے جواب حکومت کی طرف سے آئے۔ یہ بہت ہی سنگین کوتاہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں سینیٹ کو اپنے اختیارات کو مؤثر انداز میں استعمال کرنا چاہیے اور حکومت کو بھی آمادہ کرنا چاہیے کہ وہ بروقت جواب دے۔ نئے قواعد میں ہم نے اس سلسلے میں کچھ نئے اقدام اور ضوابط تجویز کیے ہیں لیکن اصل چیز حکومت کا تعاون اور ذمہ داری سے تمام سوالات کے جواب فراہم کرنے کا اہتمام ہے۔

اس کے بعد تحاریک استحقاق کا مسئلہ ہے۔ مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ زمرہ ہے جس میں برابر اضافہ ہوا ہے، یعنی ۲۰۰۸ء-۲۰۰۹ء میں استحقاق کی تحریکوں کی تعداد ۲۵ تھی۔ ۲۰۰۹ء-۲۰۱۰ء میں یہ تعداد ۳۱ ہوگئی اور ۲۰۱۰ء-۲۰۱۱ء تو معلوم ہوتا ہے کہ استحقاق کی تحریکوں کے لیے فصل بہار کا

درجہ رکھتا ہے۔ اس سال ۶۱ تحریکات ایوان میں پیش ہوئیں لیکن ان میں سے بیش تر کا تعلق چھوٹے چھوٹے ذاتی مسائل سے تھا۔ قومی اور اصولی معاملات پر بمشکل چار یا پانچ قراردادیں تھیں۔ اس معاملے پر بھی سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

تحریکِ التوا اور توجہ دلاؤ نوٹس کے بارے میں ایک خاص پہلو کی طرف میں متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ۲۰۰۹-۲۰۱۰ء میں ۹۳ توجہ دلاؤ نوٹس سینیٹ نے وصول کیے لیکن ۹۳ میں سے صرف آٹھ پر ایوان میں گفتگو ہوسکی۔ ۲۰۱۰ء- ۲۰۱۱ء میں ۱۰۲ توجہ دلاؤ نوٹس آئے لیکن صرف تین پر بحث ہوسکی۔ ایوان میں زیرِ بحث آنے والی تحاریک کے بارے میں ہماری یہ کارکردگی کوئی اچھی مثال پیش نہیں کر رہی۔

تحریکات التوا کے بارے میں یہ عرض کروں گا کہ ۲۰۰۹-۲۰۱۰ء میں ۱۸۲ ایسی تحریکیں ارکان کی طرف سے داخل ہوئیں لیکن ان میں سے صرف ۱۱/ایوان میں بحث کے لیے منظور ہوسکیں اور ان ۱۱ میں سے بھی صرف تین پر بحث کی گئی۔ یہی کیفیت تقریباً ہر سال رہی ہے جو نہایت تشویش ناک صورت حال کی غمازی کرتی ہے۔

اس موقعے پر آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ اس وقت بھی جو ہمارا نامکمل ایجنڈا ہے اس میں صرف تحاریکِ التوا کے سلسلے کی ۷ا تحریکیں بحث کے لیے ایجنڈے میں ہونے کے باوجود ایوان میں بحث سے محروم ہیں۔ ان پر آج تک کوئی بحث نہیں ہوئی۔ ان میں سے چھے ایسی ہیں جن میں، میں خود اور جماعت اسلامی کے میرے دوسرے ساتھی تجویز کنندہ ہیں۔ قواعد کے مطابق اب وہ ختم ہوجائیں گی لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس موقعے پر آپ لوگوں کو یہ یاد دلاؤں کہ یہ کام کرنے کے ہیں۔ سینیٹ فقط مجلسِ مباحثہ (debating society) نہیں ہے۔ ہمیں ان چاروں ذمہ داریوں کو ادا کرنا ہے جو دستور اور جمہوری روایات کی روشنی میں ہمارے سپرد ہیں۔ اس لیے زیرِ التوا کام پر فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ملک کو درپیش چیلنج

اس کے بعد میں نہایت اختصار کے ساتھ بلکہ صرف مختصر نکات کی شکل میں ان امور کی نشان دہی کروں گا جو میری نگاہ میں اس وقت سینیٹ، پارلیمنٹ، حکومت اور قوم کے سامنے سب سے

اہم مسائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی بات اسی پر ختم کروں کہ ان مسائل کی طرف توجہ دینا اصل چیلنج ہے اور اس میں اگر ہم نے کوتاہی برتی تو تاریخ ہمیں معاف نہیں کرے گی۔

● **ملکی سالمیت و خودمختاری**: سب سے پہلا مسئلہ میری نگاہ میں ملک کی آزادی، اس کی حاکمیت، اس کی خودمختاری اور اس کی عزت اور وقار کا تحفظ ہے۔ اس پر پچھلے ۱۲ برسوں میں جو چرکے لگے ہیں، جو ہزیمتیں ہمیں اٹھانی پڑی ہیں، جس طرح ہماری آبادیوں پر ڈرون حملے ہوئے ہیں اور جس طرح ہمیں دنیا بھر میں بلیک میل کیا گیا ہے، دباؤ ڈالا گیا ہے، حتیٰ کہ ریمنڈ ڈیوس جیسا واقعہ بھی یہاں رُونما ہوا ہے، ۲مئی کا واقعہ بھی یہاں رونما ہوا ہے، ۲۶ نومبر کا واقعہ بھی رونما ہوا ہے، ان حالات میں ہماری آزادی خطرے میں ہے۔ جو قوم اپنی آزادی کھودے وہ پھر زندہ رہنے کے لائق نہیں رہتی۔ اس لیے ہمارا سب سے پہلا مسئلہ آزادی کا تحفظ ہے۔ اس کے لیے جو قیمت بھی ادا کرنی پڑے وہ کم ہے۔ قومیں اگر اپنی آزادی کے لیے قیمت ادا نہ کریں تو وہ پھر محکوم اور غلام بن کر رہتی ہیں۔

● **نظریاتی تشخص کا تحفظ**: دوسرا مسئلہ میری نگاہ میں ملک کی نظریاتی شناخت کی حفاظت اور پرورش کا ہے۔ ہمارا ملک ایک نظریاتی ملک ہے۔ ہم نے اس ملک کو قائم کرنے کے لیے بڑی جدوجہد کی ہے اور بڑی قربانیاں دی ہیں۔ مسلمانانِ ہندو پاک نے لاکھوں کی تعداد میں جانیں دی ہیں اور ایک ڈیڑھ کروڑ افراد نے ہجرت کی ہے، اور یہ سب اس لیے تھا کہ ہم اپنے دین، اپنے عقیدے اور اپنی تاریخ کی روشنی میں اپنی زندگی کو ترتیب دے سکیں۔ قائداعظمؒ نے ۱۰۰ سے زیادہ مواقع پر ۱۹۳۹ء سے لے کر ۱۹۴۸ء تک اس کا نظریاتی اور دینی پہلو اُجاگر کیا ہے جس کا سارا ریکارڈ موجود ہے۔ یہ نظریاتی پہلو قوم سے عہدو پیمان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس موضوع کے بارے میں انھوں نے کبھی نہ کوئی سمجھوتا کیا اور نہ معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا۔ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اور اس کو اسی حیثیت سے ہمیں آگے بڑھانا ہے لیکن آج ہمارا نظریاتی تشخص مجروح ہو رہا ہے۔ معذرت خواہانہ روش اختیار کی جارہی ہے۔ ایسی باتیں کہی جارہی ہیں جن کو دیکھ کر، پڑھ کر انسان سر پیٹ لیتا ہے۔ میں ان لوگوں میں سے ہوں جنھوں نے تحریک پاکستان میں الحمدللہ حصّہ لیا ہے اور ایک طالب علم کی حیثیت سے اس جدوجہد میں، مَیں نے اور میرے

اہلِ خاندان نے قربانیاں دی ہیں۔ آج جب میں ان چیزوں کو دیکھتا ہوں تو میرا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ اس لیے میں آج کے اس خطاب میں پاکستان کی نظریاتی شناخت اور اس کے اصل مقصد کو جو ایک اسلامی، جمہوری اور فلاحی ریاست کا قیام ہے پوری شدت اور قوت سے آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ آزادی کا تحفظ اور نظریاتی شناخت کی حفاظت اور ترویج ہی ہماری اولین ترجیح ہونی چاہیے۔

● **ہمہ گیر اخلاقی انحطاط:** تیسری چیز جو میں کہنا چاہتا ہوں اور جس کا میں بڑے دُکھ سے اظہار کر رہا ہوں اور جسے دوسرے سیاسی اور معاشی مسائل سے بھی پہلے اٹھا رہا ہوں وہ ملک وقوم کا ہمہ گیر اخلاقی انحطاط ہے۔ اخبار اٹھا کر دیکھیے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں، بچیوں، عورتوں اور مجبُور انسانوں کے ساتھ کس طرح ظلم کیا جا رہا ہے۔ وڈیروں، زمین داروں اور بااثر افراد کے پرائیویٹ جیل خانے موجود ہیں۔ سوسائٹی کو کس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے۔ معزز شہریوں کو لاپتا کیا جا رہا ہے اور قانون اور معاشرے کا اجتماعی ضمیر بے حس ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس ملک میں قوم کی اخلاقی حس مُردہ ہو جائے پھر وہ قوم اور اس کے افراد انسان کہے جانے کے لائق نہیں رہتے۔ اس لیے ہمیں اس اخلاقی مسئلے کو بڑی اہمیّت دینا چاہیے۔ اس میں حکومت کی ذمہ داری سب سے زیادہ ہے، لیکن یہ محض حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے، ہم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری ہے اور ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔ قرآن صاف الفاظ میں کہتا ہے کہ آخرت میں ہر فرد سے بحیثیت فرد احتساب اور جواب دہی ہوگی۔ پھر اس میں میڈیا، تعلیمی نظام، والدین اور خاندان، معاشرے کے بزرگ، مسجد اور منبر، ان سب کی ذمہ داری ہے۔

آزادی اور نظریاتی شناخت کے بعد ملک کی اخلاقی قوت کی حفاظت اور ترقی کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ اخلاقی حالت کو بہتر کرنا اور یہ دیکھنا کہ ہم کہاں تک خیر اور شر کے درمیان فرق کر رہے ہیں، یہ ہم سب کی اولین ذمہ داری ہے۔ مجھے یہ کہنے دیجیے کہ مسلمان اور غیرمسلم میں یہ فرق نہیں ہے کہ ان کی شکل ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ وہی دو آنکھیں، وہی دو کان، وہی ایک ناک، وہی ایک زبان اور وہی دو دو ہاتھ پاؤں ___ پھر فرق کیا ہے؟ فرق یہ ہے کہ مسلمان ایک اخلاقی معیار کو شعوری طور پر قبول کرتا ہے اور یہ عہد کرتا ہے کہ میں اپنی زندگی کا ہر لمحہ اپنے آخری

سانس تک ان اخلاقی اقدار کی پاس داری کروں گا۔ اگر ہم ان اقدار کی پاس داری نہیں کر رہے ہیں تو ہم دنیا میں بھی ناکام ہوں گے اور آخرت میں بھی۔ جناب والا! یہی وجہ ہے کہ دوسرے مسائل کی طرف آگے بڑھنے سے پہلے میں آپ کو جس طرف متوجہ کروں گا، وہ ملک کی اخلاقی اصلاح اور تعمیر ہے۔

● **بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ**: اس کے ساتھ چوتھی بات جو بہت ضروری ہے وہ بنیادی حقوق کا مسئلہ ہے۔ بنیادی حقوق جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبے میں ذکر فرمایا ہے، ہمارے لیے سب سے اہم چیز ہے۔ بحیثیت مجموعی ہماری تاریخ میں خامیاں رہی ہیں، کوتاہیاں رہی ہیں لیکن مسلمان ہو یا غیر مسلم، طاقت ور ہو یا کمزور، حقوق کی پاس داری ہماری امتیازی شان رہی ہے۔ آج جو صورت حال ہے وہ ناقابل برداشت ہے۔ ہر طرف لاقانونیت کا بازار گرم ہے۔ لاپتا افراد کا مسئلہ ہے۔ ہماری بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کس طرح دوسروں کے قبضے میں ہے اور ہم اسے وطن واپس نہیں لا سکتے۔ خود یہاں مسخ شدہ لاشیں آرہی ہیں۔ ہر روز یہ واقعات رپورٹ ہو رہے ہیں کہ کسی کا بیٹا یا کسی کا بھائی اٹھالیا گیا ہے اور پھر عورتوں کو بھی اس ناپاک کھیل میں بخشا نہیں جارہا ہے۔ جناب والا! انسانی حقوق کا مسئلہ بھی بہت اہم ہے، اس لیے میں اس مسئلے کو بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

● **معیشت کی زبوں حالی**: چوتھا نکتہ یہ ہے کہ معیشت کی جو صورت حال اس وقت ہے، یہ اتنی خراب کبھی نہیں ہوئی تھی۔ غربت بڑھی ہے، بے روزگاری بڑھی ہے اور چار سال کے اندر ملک کے اندرونی اور بیرونی قرضوں میں ۱۰۰ فی صد سے بھی زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ ۲۰۰۸ء میں اگر کُل قرض ۴ ہزار ۸سو ارب روپے تھا تو وہ بڑھ کر اب ۲۰۱۲ء میں ۱۲ ہزار ارب کی حدوں کو چھو رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس ملک میں ہر فرد ہر بوڑھا، جوان اور بچہ ۶۰ ہزار روپے کا مقروض ہے۔ Standard and Poor's کی جو رپورٹ حال ہی میں آئی ہے اس کے مطابق پاکستان ایشیا کا سب سے مہنگا ملک ہے جس میں افراط زر اور مہنگائی اس پورے علاقے میں سب سے زیادہ ہے۔ آج بھی جو رپورٹ ایک بین الاقوامی ادارے کی آئی ہے، اس میں صاف الفاظ میں کہا گیا ہے کہ ہماری بین الاقوامی ساکھ ہر روز نیچے جارہی ہے۔ جناب والا! اس کو سنجیدگی سے لیجیے اور اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کیجیے۔

اگلا مسئلہ کرپشن کا ہے جس کے بارے میں میرے دوسرے ساتھیوں نے بھی کہا ہے۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جا رہا ہوں لیکن یہ ایک سرطان کی طرح قومی معیشت کو کھا رہی ہے۔ صرف گذشتہ چار برسوں میں ۸ ہزار ۶ سو ارب کا نقصان اس کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہ ایک بڑا ہی سنگین مسئلہ ہے۔ پھر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری بقا کے لیے دو چیزوں کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ ایک یہ کہ غذا صاف اور خالص میسر آئے، اور دوسرے توانائی کی ضروریات پوری ہوں۔ یہ دونوں اس وقت مفقود ہیں۔ اس کے لیے فوری طور پر منصوبہ بندی اور مؤثر اقدامات کی ضرورت ہے۔

● **بلوچستان کی سنگین صورت حال:** ایک اور اہم ترین مسئلہ بلوچستان کا ہے۔ یہ صرف بلوچوں کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ میرا، آپ کا، پورے ملک کا اور ہر طبقے کا مسئلہ ہے۔ اس لیے خدا کے لیے اس کو اہمیت دیجیے۔ فوری طور پر کوشش کیجیے کہ جو اصل مسائل ہیں ان کا سامنا کیا جائے۔ لوگوں کو گفتگو کی میز پر لایا جائے اور انھیں شراکت کا احساس دیا جائے، ملکیت (ownership) کا احساس دیا جائے اور میں آپ سے یقین سے کہتا ہوں کہ ابھی بھی کچھ نہیں گیا، یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے مگر اس کو حل کرنے کے لیے فوری، بھرپور اور ہمہ جہتی کوشش بہت ضروری ہے۔

● **'دہشت گردی' کی جنگ اور افغانستان کا حل:** اس کے ساتھ ساتھ دہشت گردی کے نام پر امریکا کی تباہ کن جنگ سے نکلنا ہمارے لیے بے حد ضروری ہے۔ یہ جنگ نہ کبھی ہماری جنگ تھی اور نہ آج ہماری جنگ ہے۔ ہم نے دوسروں کی جنگ میں ان کے دباؤ میں آکر اپنے کو جھونک دیا ہے۔ ۴۰ ہزار سے زیادہ پاکستانی اس جنگ میں جان دے چکے ہیں، اور اربوں اور کھربوں کا نقصان ملک کی معیشت برداشت کرچکی ہے۔ اس لیے ہماری اولیں ترجیح یہ ہونی چاہیے کہ ہم اس جنگ سے نکلیں۔ دوسرے یہ کہ امریکا افغانستان سے نکلے تاکہ خطے میں امن قائم ہوسکے۔ جب تک امریکا کی یہ جنگ ختم نہیں ہوتی علاقے میں امن ممکن نہیں۔ امریکا نے افغانستان اور عراق پر قبضہ کیا ہے اور پاکستان بھی بالواسطہ اس کے قبضے میں ہے۔ یہ بات میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ شکاگو یونی ورسٹی کے پروفیسر نے اپنی تازہ ترین کتاب *Cutting the Fuse* میں کہی ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ: Afghanistan is under US occupation and Pakistan is under the indirect occupation of

United States of America (افغانستان پر امریکا کا قبضہ ہے، اور پاکستان پر امریکا کا بالواسطہ قبضہ ہے)۔ 'دہشت گردی' کی جنگ کو ختم کرنا، افغانستان کے ساتھ معاملات کو سلجھانا اور وہاں قومی مفاہمت کا حصول فوری ضرورت ہے۔ افغانستان میں ہر کسی کی دخل اندازی ختم ہونا چاہیے۔ مسئلے کا سیاسی حل وقت کا تقاضا اور اصل ضرورت ہے۔

● **مشرف دورِ حکومت کا احتساب**: ایک آخری معاملہ جس کے بارے میں کہنا ضروری سمجھتا ہوں وہ ہے مشرف دور کا احتساب ۔ جو مظالم اس شخص نے کیے ہیں دستور کی خلاف ورزی کے اعتبار سے، انسانی حقوق کی پامالی کے اعتبار سے، امریکا کی غلامی کے اعتبار سے، اور پاکستان کے مفادات کو نقصان پہنچوانے بلکہ اس کے وجود کی بازی لگا دینے کے حوالے سے، ان سب پر اس کا احتساب ضروری ہے۔ ملک میں جنگ کی کیفیت اور دہشت گردی کا سیلاب اس دور کی ناکام پالیسوں کا نتیجہ ہے۔ پھر اس شخص نے طاقت کے نشے میں اکبر بگٹی جیسے پاکستانی کو شہید کیا، لال مسجد میں جو کچھ کیا، عدلیہ کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا اسے کیسے بھولا جا سکتا ہے۔ یہ سب اس تاریک دور کے سنگین جرائم ہیں اور اس کے لیے مشرف اور اس کے حواریوں کا احتساب اور قرار واقعی سزا انصاف کا تقاضا ہے ۔اس کے ساتھ مستقبل کو بہتر بنانے کے لیے جیسا کہ جان جمالی صاحب نے کہا ہے: سچّائی اور مفاہمت (truth and reconciliation) کا راستہ اختیار کرنا بھی وقت کی ضرورت ہے اور ایسا کرنا ازحد ضروری ہے۔

آخری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے اور میرے ساتھیوں نے گذشتہ تین سالوں میں کئی اہم قوانین اس ایوان میں پیش کیے ہیں جو ابھی منظور نہیں ہوئے ہیں، ان میں لاپتا افراد کے بارے میں دستوری ترمیم، مہنگائی کے مسئلے پر قانون، صحافیوں کے حقوق کا قانون، بے روزگار اور معذور افراد کی مدد کرنے کا قانون اور مہنگائی پر کنٹرول کا مسئلہ جیسے قانون زیادہ اہم ہیں۔ یہ پانچ چھے قوانین بل کی صورت میں اس وقت زیرغور ہیں۔ ان کو جماعت اسلامی کے ارکان سینیٹ نے پیش کیا ہے۔ ان میں سے ایک جس کا تعلّق صحافیوں سے ہے اس کو مسلم لیگ کے ساتھیوں نے co-sponsor کیا ہے وہ جاری رہے گا۔ میرے علم کی حد تک پارلیمانی روایات یہ ہیں کہ ایک مرتبہ جو مسودۂ قانون ایوان میں زیرغور آجائے وہ ایوان کی ملکیت ہے۔ قانون تجویز

کرنے والے ممبر اگر ممبر نہ بھی رہیں تب بھی ایوان کا فرض ہے کہ وہ اس پر غور کرے، اسے قبول کرے یا رد کرے۔ لیکن میں چاہوں گا کہ اس ایوان کے دوسرے ارکان ان تمام قوانین کے co-sponsor بن جائیں تاکہ یہ قوانین معلق نہ رہیں اور جلد از جلد کتابِ قانون کا حصہ بن جائیں۔

آخر میں، میں ایک بار پھر آپ سب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے جس احساس کا اظہار کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں تین دن کی اس پوری بحث کو سنتا رہا ہوں اور پارٹی کی وابستگی سے بالاتر ہوکر میرے معزز بھائیوں اور بہنوں نے جس طرح میرا ذکر کیا ہے، اس کے لیے جہاں مَیں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں وہیں اس حقیقت کا بھی اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی فراخ دلی اپنی جگہ لیکن میرا دیانت دارانہ احساس یہ ہے کہ میں حق ادا نہیں کرسکا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ جو بھی کوتاہی اس پورے دور میں میری طرف سے رہی ہو، یا میرے کسی بھی ساتھی کو خواہ اس کا تعلّق انتظامیہ سے ہو یا اراکین سے، اگر میری کسی بات سے کبھی کوئی دکھ پہنچا ہو تو میں یقین دلاتا ہوں کہ وہ میری نیت کبھی نہیں تھی اور میں ان سے معذرت خواہ ہوں۔ اگر میری وجہ سے انھیں کوئی تکلیف پہنچی ہو تو یقین ہے کہ وہ مجھے معاف کر دیں گے۔

آخر میں، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان مشکلات اور خرابیوں کے باوجود الحمدللہ پاکستان جمہوریت کی طرف گامزن ہے اور میں پاکستان اور خود اس ایوان کے مستقبل کے بارے میں بہت پُراُمید ہوں۔ جہاں حالات کا حقیقت پسندانہ جائزہ ضروری ہے تاکہ ہم کسی غلط فہمی میں نہ رہیں، وہیں دوسری طرف اُمید رکھنا بھی ایمان کا تقاضا ہے، اور تاریخ کا پیغام ہے کہ انسانوں کی کوششیں بالآخر ثمر بار ہوتی ہیں۔ اس لیے اپنی تقریر کو اس احساس کے اظہار پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ:

یوں اہل توکل کی بسر ہوتی ہے ہر لمحہ بلندی پہ نظر ہوتی ہے
گھبرائیں نہ ظلمت سے گزرنے والے آغوش میں ہر شب کے سحر ہوتی ہے

شکریہ، و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین!

سینیٹ میں جماعت اسلامی کی سہ سالہ کارکردگی

جماعت اسلامی پاکستان سے تعلّق رکھنے والے تین اراکینِ سینیٹ پروفیسر خورشید احمد، پروفیسر محمد ابراہیم اور محترمہ عافیہ ضیا صاحبہ قومی، بین الاقوامی، دینی اور عوامی ایشوز پر سینیٹ میں اپنی کارکردگی رپورٹ پیش کر چکے ہیں۔ جماعت اسلامی کے سینیٹ میں پارلیمانی لیڈر پروفیسر خورشید احمد نے ۱۱مارچ ۲۰۱۲ء کو پریس کانفرنس کے ذریعے جماعت اسلامی کے اراکین سینیٹ کی کارکردگی کو عوام کے سامنے پیش کیا۔

● **سینیٹ میں کام کے لیے دائرۂ کار:** جماعت اسلامی کے اراکینِ سینیٹ نے عوام کے مسائل کو اُجاگر کرنے کے لیے سینیٹ آف پاکستان کے اندر سوالات، تحاریکِ التوا، قراردادوں، توجہ مبذول کرانے کے نوٹس، تحاریک زیر قاعدہ ۱۹۴، تحاریکِ استحقاق اور حکومتی بلوں اور نئے بلوں کو جمع کرا کر اپنا موقف پیش کیا۔ گذشتہ تین برسوں میں جمع کرائے گئے سوالات کی تعداد ۱۰۰۰ سے زائد، تحاریکِ التوا کی تعداد ۴۰۰ سے زائد، جب کہ قرارداد زیرِ قاعدہ ۱۹۴ کی تعداد ۲۴۶ اور توجہ دلاؤ نوٹس ۲۸۸، قراردادوں کی تعداد ۳۱۰، اور رولز کی خلاف ورزی پر تحاریکِ استحقاق کی تعداد چار ہے۔

● **پٹرول کی قیمت میں اضافہ، مہنگائی و بے روزگاری:** موجودہ حکومت کے دور میں سب سے زیادہ اضافہ پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں کیا گیا۔ جماعت اسلامی کی طرف سے اشیاے خوردونوش کی قیمتوں میں آئے روز اضافے کے حوالے سے ایک بل 'اشیاے خوردونوش کی قیمتوں میں اضافے کو کنٹرول کرنے کا بل ۲۰۱۰ء' کے عنوان سے سینیٹ میں جمع کرایا گیا۔ ملک میں مہنگائی اور بے روزگاری سے تنگ آ کر خودکشیوں کے بڑھتے ہوئے

واقعات کو روکنے کے لیے سینیٹ میں خودکشیوں کو روکنے سے متعلق 'آئینی ترمیمی بل ۲۰۱۰ء' کے عنوان سے بل جمع کرایا گیا۔ قدرتی گیس کا بحران، پٹرولیم مصنوعات میں متعدد مرتبہ اضافہ، سی این جی، لوڈشیڈنگ اور پٹرول پمپوں کی ہڑتال، رمضان کے بابرکت مہینے میں بھی اشیاے خوردونوش کی قیمتوں میں ہوش ربا اضافے کے خلاف تحریکِ التوا اور توجہ دلاؤ نوٹس جمع کرائے گئے۔

● **بزرگ شہریوں اور معذور افراد کی فلاح و بہبود:** جماعت اسلامی نے معذور افراد کے مسائل کو نہ صرف توجہ مبذول کرانے کے نوٹسوں کے ذریعے ایوانِ بالا میں اُجاگر کیا بلکہ اس حوالے سے آٹھ صفحات پر مشتمل 'معذور افراد کی فلاح و بہبود کا بل ۲۰۱۰ء' کے عنوان سے بل جمع کرایا گیا۔ اس بل میں کہا گیا ہے کہ وفاقی حکومت کا یہ فرض ہوگا کہ معذور افراد کو ان کے گھر کی دہلیز پر قومی شناختی کارڈ کی فراہمی کو یقینی بنائے گی۔ پی آئی اے، ریلوے، نجی اور سرکاری ٹرانسپورٹ کے کرایوں میں معذور افراد کے لیے ۵۰ فی صد رعایت کو یقینی بنائے گی۔ حکومت گاڑیوں اور دیگر اشیا کی درآمد پر بھی معذور افراد کے لیے خصوصی رعایت فراہم کرے گی۔ معذور افراد کو مفت اور نجی ہسپتالوں میں صرف ۶۰ فی صد ادایگی کے ساتھ علاج معالجے کی سہولت فراہم کرے گی۔

وفاقی حکومت یوٹیلٹی سٹوروں میں مختلف اشیاے ضرورت کی قیمتوں میں معذور افراد کے لیے ۳۰ فی صد کی خصوصی چھوٹ فراہم کرے گی۔ حکومت ہوائی اڈوں، پارکوں، ریلوے اسٹیشنوں اور دیگر عوامی مقامات پر معذور افراد کے لیے وہیل چیئرز کی فراہمی کو یقینی بنائے گی۔ حکومت پاکستان بیت المال اور زکوٰۃ اور عشر کے محکموں میں معذور اور محتاج افراد کو ماہانہ بنیادوں پر امداد فراہم کرنے کی بھی پابند ہوگی۔ اس کے علاوہ معذور افراد کے بچوں کی شادی پر انھیں مبلغ ایک لاکھ روپے کی رقم بطور خصوصی امداد فراہم کرنے کی بھی تجویز دی گئی ہے۔ معذور افراد کو چھوٹے پیمانے پر کاروبار کرنے کے لیے مبلغ ۵۰ ہزار روپے کے بلاسود قرضے کی فراہمی کی بھی تجویز دی گئی ہے۔

اس بل میں ایسے سافٹ ویئر اور ہارڈویئر ٹکنالوجی کے ذریعے معلومات تک رسائی کو یقینی بنانے کی سفارش کی گئی ہے جو نابینا، بہرے اور جسمانی معذور افراد کے لیے ایک عام سہولت کی شکل اختیار کرگئی ہیں۔ ٹیوب ویل آپریٹر، دفتر شکایات جیسے محکموں اور یوٹیلٹی بلوں: گیس، بجلی اور محکمہ پانی جیسے محکموں میں حکومت کو تجویز پیش کی گئی ہے کہ ایسے تمام اداروں میں معذور افراد کے تقرر کو

ترجیح دی جائے۔ کسی بھی سرکاری، نیم سرکاری یا نجی ادارے، کمپنی میں کنٹریکٹ کی بنیاد پر کام کرنے والے تمام معذور افراد کو اس بل کی منظوری کے چھے ماہ کے اندر اندر مستقل کرنے کی تجویز دی گئی ہے۔ ۷۰سال سے زائد عمر کے سول و فوجی پنشنروں کی حالتِ زار پر تحاریک جمع کرائی گئیں۔

● **صحافیوں کی فلاح و بہبود:** صحافیوں کے اغوا، تشدد، زخمی، اور انھیں جان سے مار دینے کی دھمکیوں کے خلاف بروقت زوردار آواز اُٹھائی گئی اور جماعت اسلامی نے صحافیوں اور میڈیا کارکنان کے تحفظ اور فلاح و بہبود کا بل ۲۰۱۱ء بھی سینیٹ میں جمع کرایا جو کہ قائمہ کمیٹی براے اطلاعات ونشریات کے پاس زیرالتوا ہے۔ پرائیویٹ ٹی وی چینلوں کی بندش اور پیمرا کی طرف سے میڈیا پر پابندی کا معاملہ بھی اُٹھایا گیا۔

● **امن و امان:** سانحۂ پشاور اور کراچی میں اسلامی جمعیت طلبہ اور جماعت اسلامی کے رہنماؤں اور کارکنوں کی شہادت، سیالکوٹ میں دو معصوم طالب علموں کی پولیس سرپرستی میں تشدد سے شہادت، عامر چیمہ کو شہید کرنے کے حوالے سے تفصیلی رپورٹس کا مطالبہ کیا گیا۔ ملک میں سوات آپریشن اور اس کے نتیجے میں جانی و مالی نقصانات اور بلوچستان کے مسائل پر مسلسل آواز اُٹھائی گئی۔ امریکی بلیک واٹر تنظیم کی ملک کے اندر سرگرمیاں بھی زیربحث لائی گئیں۔ پرویز مشرف کو کھلی چھٹی دینے اور اس کے خلاف مقدمات درج نہ کرنے کے خلاف آواز بلند کی گئی۔ کراچی میں معصوم شہریوں کی ٹارگٹ کلنگ، نیز کے ای ایس سی کے ملازمین کے لیے آواز بلند کی گئی۔

● **قانون سازی و قانونی اُمور:** این آر او سمیت تمام متنازع آرڈی ننسوں پر نامنظوری کے نوٹس جمع کرائے گئے اور بار بار اس موقف کا اعادہ کیا گیا کہ قانون سازی کا یہ طریقہ معقول نہیں ہے، بلکہ پارلیمنٹ کے ذریعے ہی قانون سازی ہونی چاہیے۔ حکومت کی طرف سے پیش کیے گئے اکثر قوانین میں جماعت اسلامی نے اپنی ترامیم جمع کرائیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کے مطابق قانون سازی کرنے، اور سپریم کورٹ کے فیصلوں پر عمل درآمد کا مسلسل مطالبہ کیا جاتا رہا۔ الیکٹرانک کرائم آرڈی ننس زائد المیعاد ہونے کے باوجود سینیٹ میں پیش کیے جانے کے خلاف تحریکِ استحقاق، پٹرولیم ڈویلپمنٹ لیوی آرڈی ننس ۲۰۰۹ء پر تحریکِ التوا اور نامنظوری نوٹس، پارلیمانی کمیٹی میں تمام ترامیم پر بھرپور کردار ادا کیا گیا۔ انیسویں ترمیم کو آئین کا حصہ بنے

۱۸ماہ گزرنے کے باوجود حکومت کی سالانہ رپورٹ اور مشترکہ مفادات کونسل کی رپورٹ کا سینیٹ میں پیش نہ کیے جانے پر احتجاج اور بیسویں ترمیم میں ترامیم جمع کرائی گئیں۔

● **پیش کردہ بل**: جماعت اسلامی کی طرف سے مندرجہ ذیل بل سینیٹ میں جمع کرائے گئے: صحافیوں کے تحفظ اور فلاح و بہبود کا بل ۲۰۱۱ء، اشیاے صَرف کی قیمتوں اور مہنگائی پر کنٹرول کرنے کا بل ۲۰۱۰ء، معذور افراد کی فلاح و بہبود کا بل ۲۰۱۱ء، پانچ تا ۱۶ سال کی عمر کے تمام بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم کی فراہمی کا بل ۲۰۱۱ء، لاپتا افراد کی بازیابی کا بل ۲۰۰۹ء، ۲۰۱۰ء اور ۲۰۱۲ء۔ قرآن مجید کو ناظرہ، حفظ اور تجوید کے ساتھ سیکھنے اور سکھانے کا بل ۲۰۱۲ء، آئینی (ترمیمی) بل ۲۰۱۰ء (اس بل میں سوشل سیکورٹی کور کے ذریعے خودکشیوں کو روکنے کے لیے عملی حل تجویز کیا گیا ہے)، اُردو کو عملی طور پر دفتری زبان بنانے میں تاخیر اور آئین کی خلاف ورزی پر سینیٹ میں قرارداد کے ذریعے بحثوں میں بھرپور موقف اُجاگر کیا گیا۔

● **ترامیم**: دی انسٹی ٹیوٹ آف سپیس ٹکنالوجی ۲۰۱۰ء کی کلاز۴، پیراگراف XXV اور کلاز ۵ میں ترامیم۔ پبلک ڈی فینڈر اینڈ لیگل ایڈ آفس بل ۲۰۱۰ء کے پیراگراف (h)، (i)، ایرا (ERRA) بل ۲۰۱۰ء میں ترمیم، ''دستور (بیسویں ترمیم) ایکٹ ۲۰۱۲ء کے آرٹیکل ۴۸، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۲۴ میں ترمیم کا بل۔ سروس ٹربیونل ایکٹ ۱۹۷۳ء میں ترامیم، پٹرولیم، ڈویلپمنٹ لیوی آرڈی ننس ۲۰۰۹ء کی عدم منظوری کا نوٹس، صحافیوں کے تحفظ اور فلاح و بہبود کے بل ۲۰۱۱ء میں مزید ترمیم (میڈیا کارکنان کو بھی بل میں شامل کرنے کا مطالبہ)، انڈسٹریل ڈویلپمنٹ بنک آف پاکستان ایکٹ ۲۰۱۰ء سمیت دیگر ترامیم شامل ہیں۔

● **تحفظ ناموسِ رسالتؐ کے لیے جدوجہد**: تحفظ ناموسِ رسالتؐ ایکٹ کے خاتمے کی ناپاک کوششوں اور اس کے خلاف ملکی اور بین الاقوامی سطح پر کی جانے والی ہرزہ سرائی کے خلاف بھرپور آواز اٹھائی گئی۔ پاکستان میں تحفظ ناموسِ رسالتؐ ایکٹ سے متعلق پوپ بینی ڈکٹ کے غیر ذمہ دارانہ اور مذہبی تعصب پر مبنی بیان کی سخت مذمت کی گئی۔

● **دینی اُمور**: جماعت اسلامی نے اسلامی اقدار اور روایات کے حکومتی اقدامات کے خلاف سمیت تمام ایشوز پر بھرپور آواز اُٹھائی جن میں گستاخانہ خاکوں کے خلاف بھرپور ردعمل، ملک

میں اخلاقی بے راہ روی، انٹرنیٹ کیفے، فحش سی ڈیز، فلمیں، سنوکر کلب، شیشہ سنٹروں کے خاتمے کا مطالبہ کیا گیا۔ مساجد، امام بارگاہوں اور مذہبی شخصیات کے عدم تحفظ، داتا دربار، عبداللہ شاہ غازی اور پاک پتن مزارات سمیت پاکستان بھر میں بم دھماکوں کے معاملات کو سینیٹ میں اُٹھایا گیا۔ امریکی ریاست فلوریڈا کے شہر گنیز وی میں ذلیل پادری کی قرآن مجید کو نذرِ آتش کرنے کی ناپاک جسارت کے خلاف بھرپور احتجاج کیا گیا۔ ملک میں فحاشی اور عریانی کو کنٹرول کرنے کے حوالے سے اقدامات نہ کرنے کے خلاف، پی ٹی وی اور زی ٹی وی کے باہمی اشتراک کے خلاف، پاسپورٹ بنانے میں تاخیر، حاجیوں کو رقم جمع کرانے کے باوجود حج کوٹہ میں شامل نہ کرنا، پارلیمنٹ لاجز میں نمازیوں کے لیے باقاعدہ مسجد کا نہ ہونے کی طرف توجہ مبذول کرانے کا نوٹس جمع کرایا گیا۔ امریکی سفارت خانے میں ہم جنس پرستوں کے اعزاز میں منعقدہ تقریب کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے وزیراعظم اور وزیرمملکت برائے امورخارجہ کو خطوط لکھے گئے۔

● **خواتین اور بچوں کی فلاح و بہبود:** ملک بھر میں دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ کا حصہ بننے، اور معصوم اور بے گناہ افراد اور خاندانوں کو ڈرون حملوں کے ذریعے قتل کرنے کے خلاف مسلسل احتجاج کیا گیا۔ خواتین اور بچوں کے اغوا اور ظلم و زیادتی اور قتل کے واقعات کے سدباب کا مطالبہ کیا۔ ملازمت پیشہ خواتین کو درپیش مسائل کو اُجاگر کیا اور بہتری کے لیے ترامیم جمع کرائی گئیں۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو امریکی قید سے رہا نہ کرانے کے معاملے کو بار بار اُٹھایا گیا اور ڈاکٹر عافیہ کو امریکا کے حوالے کرنے کے مجرموں کو سزا دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ نہتے اور بے گناہ چیچن مرد و خواتین کو شہید کیے جانے کے خلاف احتجاج کیا۔ لڑکیوں کے اسکولوں، کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں تمام مردانہ سٹاف کو فی الفور تبدیل کرنے اور خواتین سٹاف کو تعینات کرانے کا مطالبہ، اجوکا تھیٹر میں این جی او کے تعاون سے Burqavaganza کے نام سے غیر اخلاقی، غیر اسلامی ڈرامے کے خلاف تحاریکِ التوا، توجہ مبذول کرانے کے نوٹس اور قراردادیں جمع کرائی گئیں۔

● **خارجہ اُمور:** پاکستان کے معاملات میں امریکی مداخلت، ناکام خارجہ پالیسی کے خلاف بھرپور آواز اُٹھائی گئی۔ پاک ایران گیس پائپ لائن منصوبے کے بارے میں امریکی مداخلت کے خلاف، ریمنڈ ڈیوس کو رہا کرنے کے خلاف، دمشق (شام) میں پاکستانی انٹرنیشنل

اسکول میں اساتذہ کے تقرر میں اقربا پروری کے خلاف، ایران کی طرف سے بجلی مہیا کرنے کے معاہدے کے باوجود حکومت کی طرف سے سردمہری کے رویے کے خلاف آواز اُٹھائی گئی۔ پاکستان میں امریکی سفیر کی رہایش گاہ پر Defence of Democracies نامی نیوکنزرویٹیو تھنک ٹینک کی طرف سے فنڈ اکٹھا کرنے کے لیے ڈنر پر احتجاج، مقبوضہ کشمیر میں بھارت کی طرف سے خواتین، بچوں، نوجوانوں اور بوڑھوں پر مظالم، پاکستان کی فضائی اور زمینی راستوں کو ناٹو کو دینے کے خلاف مسلسل آواز بلند کی گئی۔ میمو ایشیو پر اعلیٰ سطح اور بااختیار جوڈیشل کمیشن کا مطالبہ اور کراچی کی صورت حال پر امریکی سفیر کیمرون منٹر کے بیان پر تشویش کا اظہار کیا گیا۔

● **داخلہ اُمور**: انسانی سمگلنگ کو روکنے کے حوالے سے حکومتی اقدامات، ملک بھر کی جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ غیرانسانی، غیراخلاقی رویوں اور غیرقانونی معاملات کی تحقیقات کے لیے ایک آزاد کمیشن بنانے کا مطالبہ کیا گیا۔ شمالی وزیرستان میں امن جرگہ پر امریکی ڈرون حملہ، جس کے نتیجے میں ۸۴ معصوم پاکستانیوں کو شہید کرنے کے خلاف احتجاج کیا گیا۔ اسلام آباد میں پولیس کی تنخواہ میں مناسب اضافہ نہ ہونا، سیلاب کے حوالے سے خبروں پر اقدامات کرنے کا مطالبہ، نیز ایرابل میں ترامیم جمع کرائی گئیں۔ کراچی میں علما کو شہید کرنے کے معاملے پر تحاریکِ التواجمع کرائی گئیں۔ راولپنڈی اور گردونواح میں عوام کے احتجاج پر گولیاں چلانے کے خلاف توجہ مبذول کرانے کا نوٹس، ملک بھر میں بچوں کے اغوا اور ڈکیتیوں کے خلاف احتجاج، عوام الناس کو پاسپورٹ کے حصول میں شدید مشکلات، کراچی میں مفت راشن کے حصول کے لیے آئے ہوئے لوگوں میں بھگدڑ کے باعث ۱۸ خواتین کی ہلاکت، مناواں پولیس ٹریننگ سنٹر لاہور پر دہشت گردوں کا حملہ، قومی شناختی کارڈ پر درج تاریخ تنسیخ کے خاتمے، وزارتِ داخلہ کی طرف سے نادرا ڈیٹا کی امریکی اور برطانوی سفارت خانوں کو فراہمی، پی ٹی سی ایل کی طرف سے صارفین کو پرنٹڈ بل میں ٹرنک اور موبائل کالز کی تفصیلات نہ دینا، ملٹی نیشنل کمپنیوں اور بااثر شخصیات کی سرپرستی میں مہنگی اور غیرمعیاری ادویات کی فروخت اور پاکستان میں 'بلیک واٹر' کی خفیہ سرگرمیاں جیسے اہم قومی مسائل کو بھی اُٹھایا گیا۔

● **دفاع**: ناٹو سپلائی بند کیے جانے کے بعد بحالی کی خبروں پر مطالبہ کیا گیا کہ چونکہ پاکستانی عوام اور پارلیمنٹ نے دباؤ کے تحت کیے گئے اس یک طرفہ اشتراک کو یکسر مسترد کر دیا ہے،

لہٰذا اسے ختم کیا جائے۔ اس مسئلے کے حل کا کوئی فوجی حل نہیں ہے۔ امریکی اور ناٹو فوجی کارروائیوں کے نتیجے میں پاکستان ناقابلِ برداشت معاشی، سیاسی اور انسانی نقصانات سے دوچار ہوا ہے۔ شمالی وزیرستان میں امن جرگہ پر امریکی ڈرون حملے کی سخت مذمت، نیوکلیئر اثاثہ جات کو خطرے کے حوالے سے حکومت کو وارننگ، تحفظ ملک کے لیے متحد ہونے کی اپیل، نیز پی این ایس مہران پر حملے کے خلاف حکمرانوں سے ملک کی عزت، آزادی، خودمختاری، شناخت، نظریاتی محاذوں کی حفاظت کا مطالبہ کیا گیا۔

● **اداروں کی کارکردگی کو زیربحث لانے کا مطالبہ اور دیگر اُمور:**

حکومت کی داخلہ وخارجہ پالیسی، وزارتِ ترقی نسواں، تعلیم، نج کاری کمیشن، یوٹیلٹی اسٹورز کارپوریشن، مواصلات، داخلہ، خارجہ، قانون، اطلاعات ونشریات سمیت تقریباً تمام وزارتوں کی کارکردگی کو زیربحث لانے کا مطالبہ کیا گیا۔ وزارتِ قانون انصاف اور پارلیمانی اُمور کی کارکردگی، گیس قلت کے باعث پیدا شدہ صورت حال، وزارتِ پانی وبجلی کی کارکردگی، مسئلۂ کشمیر پر حکومت کی پالیسی، ایف آئی اے کی کارکردگی، وزارتِ صنعت کی کارکردگی، اسٹیٹ لائف انشورنش کارپوریشن کی کارکردگی، پاکستان ریلوے کی کارکردگی، پی آئی اے کی کارکردگی، نارکوٹکس کنٹرول ڈویژن کی کارکردگی، وزارتِ تجارت کی کارکردگی، او جی ڈی سی ایل کی کارکردگی، وزارتِ سائنس وٹکنالوجی کی کارکردگی، نیپرا (NEPRA) کی کارکردگی، نادرا کی مجموعی کارکردگی، وزارتِ اطلاعات ونشریات کی کارکردگی، حکومتِ پاکستان اور دیگر ممالک کے درمیان معاہدات، حکومت کی تجارتی پالیسی، حکومت کا ڈیپ سی بڑے ٹرالرز کے کام کو ریگولیٹ نہ کرنا، ملک میں اشیا کی قیمتوں میں اضافہ، انسانی سمگلنگ بالخصوص بچوں اور عورتوں کی روک تھام کے لیے حکومتی اقدامات، زرعی پالیسی، تعلیمی پالیسی، صحت پالیسی، پاکستان بھر میں وفاق کے زیرانتظام چلنے والے ہسپتالوں کی کارکردگی، حکومت کی بھرتیوں کے حوالے سے پالیسی اور خارجہ پالیسی کو زیربحث لانے کا مطالبہ کیا گیا۔

وزیراعظم کی طرف سے تیل کی قیمت میں اضافے کو عوامی دباؤ کے تحت واپس لینے کے فیصلے پر امریکی اہل کاروں کی تنقید، پی آئی اے کی طرف سے ترکش ایئرلائن کے ساتھ کیا گیا معاہدہ، ریمنڈ ڈیوس کی رہائی کے خلاف، مستونگ میں ایران جانے والے زائرین کو بس سے اُتار کر قتل کیے جانے کے خلاف، کے ای ایس سی انتظامیہ کی طرف سے تقریباً ساڑھے چار ہزار

ملازمین کو ملازمتوں سے فارغ کرنے کے خلاف، وزارت قانون و انصاف کی طرف سے جاپان حکومت کو قرض کے لیے معاہدات کی مطلوبہ قانونی ضرورت کی بروقت تیاری نہ کرنے کا معاملہ، صوبہ پنجاب میں گیس لوڈشیڈنگ کے باعث صوبے بھر میں صنعتی یونٹس کی بندش، ووٹرلسٹوں میں ۴۵فی صد سے زائد بوگس ووٹ، اعلیٰ عدلیہ میں ججوں کے تقرر میں تاخیر، اسٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن کے ۱۹۹۹ء سے لے کر ۲۰۱۰ء تک نکالے گئے ملازمین، تحصیل پھالیہ کے یونین کونسل چک جانوکلاں کے دیہات میں کسانوں کے رقبے پر سائنس ایویلوایشن ڈویژن نیوکلیئر پاور پراجیکٹ لگانے کے منصوبے پر مبنی مسائل اُٹھائے گئے۔ حکومت کی طرف سے ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو پاکستان واپس لانے کے لیے کیے گئے اقدامات، بیرونی امداد سے چلنے والی این جی اوز اور ان کے ایجنڈے کو زیربحث لانے اور آؤٹ آف ٹرن مکانات کی الاٹمنٹ پر پابندی لگانے کا مطالبہ، آل پاکستان گورنمنٹ ایمپلائز کوارڈی نیشن کونسل کے مطالبات، نیب کے نئے چیئرمین فصیح بخاری کا تقرر، نئے پاور پراجیکٹس کے حوالے سے پیپرا کی کارکردگی کو زیربحث لانے، سندھ میں سیلاب کی وجہ سے متاثرین کی مشکلات اور حکومت کا رویہ، وفاقی محتسب کے عہدے کا طویل عرصہ تک خالی رہنا، نارنگ منڈی میں نادرا سوئفٹ سنٹر کا قیام، مختلف فوڈ آئٹمز میں سُور کی چربی کے اجزا کی آمیزش، پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن شدید مالی مشکلات سے دوچار، آئیسکو کا غیرقانونی طور پر بجلی صارفین سے خفیہ چارجز کی مد میں اربوں روپے کی وصولی، پی آئی اے انتظامیہ کی طرف سے سپیئرپارٹس کی سپلائی کے لیے کنٹریکٹ میں پبلک پروکیورمنٹ رولز۲۰۰۴ء کی خلاف ورزی و دیگر مسائل کو اُٹھایا گیا۔

● **بلوچستان**: بلوچستان کی دگرگوں صورت حال اور بلوچستان کے مسائل پر گذشتہ تین سال مسلسل آواز بلند کی گئی۔ حبیب جالب کا قتل، سعید بلوچ کا اغوا، کوئٹہ اخروٹ آباد میں بے گناہ معصوم چیچن مرد و خواتین پر ظلم ڈھانے کے واقعے کی کوریج کرنے والے صحافی جمال ترکئی اور کراچی میں نوجوان پر سفاکیت کے واقعے کی کوریج کرنے والی آواز چینل کی ٹیم کے افراد اور دیگر صحافیوں کو مسلسل دھمکیوں سمیت دیگر ایشوز کو بروقت اُجاگر کیا گیا۔

● **مواصلات**: قومی ٹرانسپورٹ پالیسی کو زیربحث لانے کا مطالبہ کیا گیا۔ پبلک ٹرانسپورٹ میں گانے بجانا اور وڈیو فلمیں چلانے کے خلاف، راولپنڈی اسلام آباد کے درمیان چلنے والی ویگنوں

اور بسوں کے کرایوں میں ناروا اضافہ، لاہور-نارووال سیکشن پر نارنگ منڈی سے نارووال، سیالکوٹ اور لاہور کے لیے ہفتہ وار چھٹیوں میں متعدد ٹرینوں کی بندش، پی ٹی سی ایل ملازمین پر رمضان میں تشدد اور گرفتاریاں، غیر معیاری سی این جی سلنڈرز کٹس پھٹنے کے باعث معصوم جانوں کا ضیاع، سی این جی اور پٹرول پمپوں کی ہڑتال، لواری ٹنل پراجیکٹ پر اچانک ماہِ نومبر ۲۰۱۰ء کے دوران تعمیراتی کام بند کرنا، پاکستان پوسٹ کی نج کاری اور پاکستان پوسٹ کے تحت دی جانے والی سروسز کے حوالے سے وقتاً فوقتاً تحاریکِ التوا، توجہ دلاؤ نوٹسوں کے ذریعے آواز اُٹھائی گئی۔

● **تعلیم** : پاکستان میں خواندگی کی شرح کا خطرناک حد تک کم ہونا، نوشہرہ کے نواحی دو دیہاتوں میں مڈل اور ہائی اسکولز کی سطح پر تعلیم کی عدم فراہمی، بنوں میڈیکل کالج کے طلبہ و طالبات کی طرف سے مذکورہ کالج کو صوبے کے تیسرے بڑے کالج کا درجہ حاصل ہونے کے باوجود پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل کی طرف سے تسلیم نہ کیے جانے کے خلاف توجہ دلاؤ نوٹس جمع کرایا گیا، نیز تعلیم کے دیگر مسائل کو بھی زیر بحث لانے کا مطالبہ کیا گیا۔ تقریباً دو سال سے زائد کا عرصہ گزرنے کے باوجود اور گورنمنٹ گرلز مڈل اسکول ریڑکا بالا منڈی بہاؤالدین کی بطور ہائی اسکول منظوری اور بلڈنگ تعمیر ہونے کے باوجود کلاسز کا اجرا نہ ہونا، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کی طرف سے طلبہ سے لیٹ فیس کی مد میں ناجائز وصولیاں، اور طلبہ یونینز پر پابندی ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ ۷۱ہزار اساتذہ اور ملازمین کے مطالبات کے حق میں آواز بلند کی گئی۔

● **سوات، قبائلی علاقہ جات**: قبائلی علاقہ جات میں ڈرون حملوں کے نتیجے میں بے گناہ لوگوں کی شہادت پر وقتاً فوقتاً توجہ دلاؤ نوٹسوں، تحاریکِ التوا کے ذریعے معاملے کو پارلیمنٹ میں زیر بحث لاکر فی الفور بند کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ لوئر دیر میں 'آپریشن فلش آوٹ' کے خلاف احتجاج کیا گیا۔

● **کرپشن**: ای او بی آئی میں کرپشن، رینٹل پاور منصوبوں میں کرپشن، پاکستان اسٹیل، پی آئی اے، ٹریڈنگ کارپوریشن پاکستان، نیشنل بنک اور پورٹ قاسم میں رولز سے ہٹ کر بھرتیاں، سی ڈی اے انتظامیہ کی طرف سے محکمے میں کروڑوں کی کرپشن، پنجاب واٹر پروجیکٹ میں ۴۷ء۴ ارب روپے کے گھپلے پر پلاننگ کمیشن سے وضاحت، پی ٹی سی ایل یونین ایکشن کمیٹی کا

پی ٹی سی ایل کی نج کاری کے دوران کروڑوں ڈالروں کے گھپلوں کی نشان دہی، پی پی پی کے مرکزی عہدے داران اور صدر آصف زرداری کے قریبی رفقا میں سول اوارڈز کی تقسیم، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کی طرف سے ۵۲۹ طلبا کو ایم اے TOEFL کا امتحان پاس کرنے کے بعد فیل کرنا، پی ٹی سی ایل کی نج کاری میں مالی بے قاعدگیاں، پاکستان ریلوے کی بحرانی صورت حال پر مسلسل آواز اٹھائی گئی۔ ریلوے کرایوں میں ۳۰۳ فی صد اضافہ اور ملازمین کے مسائل کو بھی اُجاگر کیا گیا۔

● **لاپتا افراد کے لیے جدوجہد:** لاپتا افراد کی بازیابی کے لیے آئین کے آرٹیکل ۹ اور ۱۰ میں ترامیم دی گئی ہیں۔ اس بل کا مقصد بغیر عدالتی کارروائی کے حراست میں رکھنے پر مؤثر پابندی لگانا، اس کے مرتکب افراد کے لیے سزا وضع کرنا، کسی پاکستانی یا پاکستانی سرزمین سے گرفتار شدہ کسی فرد کو بغیر عدالتی کارروائی اور عدالت کی اجازت کے کسی غیرملک کے حوالے کرنے پر پابندی لگانا تھا۔ اسی حوالے سے سینیٹ میں جمع کرائی گئی قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔

● **مزدوروں، کسانوں اور ملازمین کے مسائل:** ۲۰۱۲ء میں مزدوروں کی بہتری کے لیے ترامیم دیں۔ کسانوں کے مسائل کو خصوصاً بجٹ کے موقع پر اُجاگر کیا گیا۔ اساتذہ، ڈاکٹر اور کلرکوں کی مشکلات، آل پاکستان ایمپلائز کوارڈی نیشن کونسل کا اپنے مطالبات کے حق میں مظاہرہ، قائداعظم یونی ورسٹی کی طرف سے ڈاکٹروں کے امتحانی پیٹرن کی بغیر اطلاع تبدیلی، کے ای ایس سی کا اپنے ساڑھے چار ہزار ملازمین کو فارغ کرنا جیسے مسائل کے حل کے لیے آواز اُٹھائی گئی۔

پلڈاٹ (PILDAT) (Pakistan Institute of Legislative Development and Transparency) کے مطابق جماعت اسلامی کے سینیٹروں کی کارکردگی بے حد نمایاں رہی۔ ان تین برسوں میں کُل ۷۳ تحاریکِ التوا پیش کی گئیں جن میں سے ۲۶ جماعت اسلامی کے سینیٹروں نے پیش کیں۔ کُل ۲۷ نجی بل پیش کیے گئے جن میں سے ۸ جماعت اسلامی کے سینیٹرز نے پیش کیے۔ صرف ۲۰۰۸-۲۰۰۹ء میں ۱۰۶ توجہ دلاؤ نوٹسوں میں سے ۴۳ جماعت اسلامی کے سینیٹروں نے پیش کیے۔ (اسکورکارڈ، ۲۰۰۸-۲۰۱۱ء، پلڈاٹ)

کلام نبویؐ کی کرنیں

مولانا عبدالمالک

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن یا ایک رات گھر سے نکلے تو دیکھا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ بھی اپنے گھروں سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے دونوں سے پوچھا: اس وقت اپنے گھروں سے باہر کیسے نکلے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! بھوک کی وجہ سے باہر نکلے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں بھی بھوک کے سبب نکلا ہوں۔ اچھا، تو آؤ چلتے ہیں۔ وہ آپؐ کے ساتھ چل پڑے۔ آپؐ ایک انصاری صحابیؓ کے گھر تشریف لے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ گھر میں نہیں ہے۔ جب ان کی بیوی نے آپؐ کو دیکھا تو آپؐ کا اھلًا مرحبا کے کلمات سے استقبال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: فلاں آدمی (آپ کا شوہر) کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا: وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گیا ہے۔ استنے میں وہ انصاری بھی آ گئے۔ انھوں نے رسولؐ اللہ اور آپؐ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھ کر الحمدللہ کہا، اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا: آج کے دن کوئی بھی ایسا میزبان نہیں ہے جو مجھ سے زیادہ مکرم و معزز ہو۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ یہ کہہ کر وہ باغ میں چلے گئے۔ کھجوروں کا ایک بڑا خوشہ لے کر آ گئے جس میں مختلف قسم کی کھجوریں تھیں۔ خوشہ آپؐ کے سامنے رکھا اور عرض کیا: اس سے کھجوریں تناول فرمائیں۔ پھر چھری پکڑی تاکہ بکری ذبح کر کے گوشت تیار کریں اور وہ بھی آپؐ کی خدمت میں پیش کریں۔ آپؐ نے ان کے ارادے کو بھانپ کر فرمایا: دودھ دینے والی بکری نہ ذبح کرنا۔ وہ گوشت بھی تیار کر کے لے آئے۔ آپؐ نے کھجوریں اور گوشت کھایا اور ٹھنڈا میٹھا پانی پیا۔ جب کھانے اور پانی سے سیر ہو گئے تو ابوبکرؓ اور عمرؓ سے فرمایا: قیامت کے روز تم سے ان نعمتوں کے

بارے میں پوچھا جائے گا۔ تم بھوکے نکلے تھے، پھر اس حال میں اپنے گھروں کو لوٹ رہے ہو کہ ان نعمتوں سے سیر ہوگئے۔ (مسلم، مشکوٰۃ، باب الضیافۃ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی زندگی بسر کی، اس کا ایک نمونہ اس حدیث سے سامنے آتا ہے۔ ۷ہجری میں حضرت ابوہریرہؓ مسلمان ہوئے ہیں، یہ واقعہ اس کے بعد کا ہے۔ فتوحات بھی ملیں، خیبر بھی فتح ہوا، یہودیوں کی زمینیں بھی قبضے میں آئیں، کھجوروں کے باغات بھی آپ کو مل گئے لیکن اس کے باوجود گھروں کی یہ حالت ہوتی تھی کہ بعض اوقات کھانے کے لیے کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کا عموماً یہی حال تھا، اس لیے کہ قبضے میں آنے والے خزانے اپنے گھروں میں جمع کرنے کے بجاے فقرا و مساکین اور مسافروں میں تقسیم کردیے جاتے تھے۔ یہ ہے وہ حکومت جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی۔ کاش! آج کے مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنے پیش نظر رکھ کر ایسی حکومت قائم کریں جو حکومت کے خزانوں سے حاجت مند مسلمانوں اور شہریوں کی ضروریات پوری کریں۔

○

حضرت اُمیمہ بنت رقیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے اور چند عورتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی، تو آپؐ نے فرمایا: یوں کہو کہ ہم اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق اطاعت کریں گی۔ اس پر میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسولؐ ہم پر ہمارے نفسوں سے بڑھ کر مہربان ہیں۔ ہم نے درخواست کی کہ یارسولؐ اللہ! ہم سے مبارک ہاتھ سے مصافحہ کرکے بیعت لیں تو آپؐ نے فرمایا: میں عورتوں کے ساتھ مصافحہ نہیں کرتا، بلکہ زبانی بیعت لیتا ہوں اور ایک سو عورتوں سے بھی اسی طرح بیک وقت چند زبانی کلمات سے بیعت لیتا ہوں جس طرح ایک عورت سے۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ باب الصلح)

دین اسلام آسان دین ہے اور انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا جس کی استطاعت ہمارے اندر نہ ہو۔ خواتین کو بھی وہی احکام دیے ہیں جن پر وہ آسانی سے عمل کرسکتی ہیں اور جہاں انھیں مشکلات پیش آسکتی ہوں وہاں انھیں استثنا دیا گیا ہے، مثلاً حدود و قصاص کے معاملات میں عورتوں پر گواہی کا بوجھ نہیں ڈالا گیا۔ عورتوں کے ساتھ مردوں کا مصافحہ کرنا مغربی کلچر ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسی طیب و طاہر معصوم ذات

اگر عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتی تو دوسرا کوئی کیسے مصافحہ کرسکتا ہے؟

○

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے ایک آدمی کھانا کھالے تو یوں دعا کرے: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَاطْعَمْنَا خَیْرًا مِّنْهُ، ''اے اللہ! ہمارے اس کھانے میں ہمیں برکت عطا فرما اور ہمیں اس سے بہتر کھانا عنایت فرما''۔ اور جب دودھ پیے تو یوں دعا کرے: اے اللہ! ہمیں اس دودھ میں برکت عطا فرما اور ہمیں زیادہ دودھ عنایت فرما۔ کوئی چیز بھی کھانے اور دودھ دونوں کی جگہ نہیں لیتی مگر دودھ۔ اس لیے جب دودھ پیے تو کسی اور چیز کے بجاے دودھ کی کثرت کی دعا کرے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

کھانا ہو یا دودھ اس وقت تک کارآمد نہیں ہے جب تک اللہ تعالیٰ اسے برکت نہ دے دے۔ کھانا اور دودھ آدمی کے لیے اس وقت بابرکت ہیں جب وہ جزوِ بدن بن جائیں اس کی وجہ سے جسم میں مفید صحت خون دوڑے، بلڈ پریشر اور شوگر وغیرہ جیسی کسی بھی بیماری کا سبب نہ بنے، اس کے بجاے جسم میں قوت پیدا کرے اور انسان مستعد اور فعال ہو، اپنے فرائض دنیوی و دینی اچھی طرح سے ادا کرے۔ اس لیے کھانے میں برکت کی دعا ضروری ہے۔ پھر دودھ کی اہمیت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذہن نشین کرادی کہ دودھ کھانا اور پانی دونوں کا مجموعہ ہے۔ دودھ کی افادیت قدیم اور جدید طب اور عوامی تجربات سے اچھی طرح واضح ہے۔ حکومت اور دودھ فروشوں کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو خالص دودھ فراہم کریں۔ اسی طرح باقی چیزوں میں بھی ملاوٹ سے پرہیز کریں۔ آج زیادہ بیماریاں اس وجہ سے پھیل گئی ہیں کہ خالص اور قدرتی غذائیں میسر نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ سے تعلّق بھی کمزور ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کا سلسلہ بھی ختم ہے، اور اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری اور عملِ صالح کی برکتوں سے بھی ہم محروم ہیں۔

○

حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: گھر کے کام کاج کیا کرتے تھے، جب اذان سنتے تو مسجد کے لیے نکل جاتے۔ (بخاری، کتاب النفقات)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مصروفیات بے پناہ تھیں۔ آپؐ پر قرآن پاک اُترتا تو آپؐ اسے اپنے سینے میں محفوظ کرتے، اپنے صحابہ کرامؓ کو یاد کراتے، اس کی تعلیم دیتے، اس پر عمل کرتے اور عمل کراتے، اس کی

تبلیغ کرتے، اس کی تنفیذ کے لیے جہاد کرتے لیکن اس کے باوجود گھر کے کاموں میں اہلِ خانہ کے ساتھ ہاتھ بٹاتے اور گھر میں عبادت کے ساتھ مسجد میں حاضری کی بھی پوری طرح پابندی فرماتے، خود جماعت کراتے اور نماز کے بعد لوگوں سے عمومی ملاقاتیں بھی کرتے اور لوگوں کے مسائل بھی حل کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمارے لیے بڑا نمونہ ہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ تمام فرائض کو مستعدی سے ادا کریں اور اہلِ خانہ کی بھی رعایت کریں اور ان کے کاموں میں انھیں بھی مدد دیں۔

○

حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت حسن بصری نے بیان کیا کہ معقل بن یسار کی بہن ایک آدمی کے نکاح میں تھی۔ اس نے اسے طلاق دے دی۔ عدت میں اس سے رجوع نہ کیا۔ مدت گزرنے کے بعد دوبارہ معقل بن یسار کو اس سے نکاح کا پیغام بھیجا تو معقل بن یسار نے اس کے طرزِ عمل پر غیرت کھائی اور کہا کہ پہلے طلاق دی، پھر عدت میں بھی اس سے رجوع نہ کیا۔ میری بہن کی اس قدر تذلیل کی اب پھر نکاح کرنا چاہتا ہے۔ میں اپنی بہن کو اس کے ساتھ کبھی بھی نکاح نہ کرنے دوں گا جب کہ بہن بھی دوبارہ نکاح پر راضی تھی۔ اس پر اللہ عزوجل نے قرآن پاک کی یہ آیت اُتاری: وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ (جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدّت پوری کر لیں، تو پھر اس میں مانع نہ ہو کہ وہ اپنے زیر تجویز شوہروں سے نکاح کر لیں، جب کہ وہ معروف طریقے سے باہم مناکحت پر راضی ہوں البقرہ ۲:۲۳۲)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور اسے آیت پڑھ کر سنائی تو انھوں نے غیرت و حمیت چھوڑ دی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے جھک گئے۔ (بخاری، کتاب الطلاق)

صحابہ کرامؓ کی یہ شان تھی کہ انھوں نے اپنی انانیت کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے آگے قربان کر دیا۔ اللہ کے حکم کے سامنے انھوں نے سر جھکا دیے۔ آج کے مسلمان اپنی جاہلی رسوم و روایات کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں، انھیں اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلے میں اُونچا کیے ہوئے ہیں، حتیٰ کہ ملکی نظام میں بھی اپنی پسند و ناپسند کو اللہ تعالیٰ کی پسند و ناپسند کے مقابلے میں ترجیح دی ہوئی ہے، نتیجتاً اسلامی نظام معطل ہے اور لادینی نظام قائم و نافذ ہے۔ کاش آج مسلمان معقل بن یسار اور صحابہ کرامؓ کو نمونۂ عمل بنا کر جاہلیت کے بتوں کو توڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کو عملی جامہ پہنا کر اپنی عظمت رفتہ کو بحال کر دیں۔

فرقہ واریت: زہرِ قاتل

حافظ محمد ادریس

وطنِ عزیز پاکستان دو قومی نظریے کی اساس پر وجود میں آیا۔ اس کی بنیاد 'پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ' کے ایمان افروز نعرے پر رکھی گئی تھی۔ مدینہ کی بے مثال اسلامی ریاست کے بعد ہماری تاریخ میں اسلام کے نام پر قائم ہونے والی دوسری ریاست ہے۔ اس ریاست کا قیام اہلِ پاکستان کے لیے جہاں ایک بڑا اعزاز تھا، وہیں بہت بڑی آزمایش بھی تھی۔ بدقسمتی ہے کہ اس سرزمین کو صبغۃ اللہ کا نمونہ بنانے کے بجاے بوجوہ غیر اسلامی رنگ میں رنگ دیا گیا۔ اگر یہ ریاست اسلامی رنگ میں رنگ جاتی تو آج عالمِ اسلام کی قیادت کر رہی ہوتی۔ آج اس کی سالمیت بھی خطرے میں ہے۔ سیکولرازم، لسانی و علاقائی تعصّبات، مذہبی منافرت و فرقہ واریت اور جاہلی عصبیتوں نے اس نظریاتی ریاست کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے۔ اسلام دشمن قوتیں بالخصوص امریکا، بھارت اور اسرائیل کی تثلیثِ خبیثہ ہمارے ملک کی سالمیت کے خلاف مسلسل سازشیں کرتی رہتی ہیں۔ ان غیر ملکی دشمنوں کو ہمارے نااہل حکمرانوں کی پالیسیاں اور نالائقیاں بھی تقویت پہنچاتی ہیں۔ دشمنانِ اسلام و پاکستان کو ملک کے اندر سے بھی کچھ عناصر مل جاتے ہیں جو ان کا کھیل کھیلتے ہیں۔

اسلام دشمن قوتیں دورِ نبوت و دورِ صحابہ کرام میں بھی امت کے درمیان پھوٹ ڈالنے اور فتنے اٹھانے میں مشغول رہتی تھیں۔ مدینہ کے انصار دو قبائل اوس و خزرج سے تعلّق رکھتے تھے۔ ان کے درمیان جاہلی دور میں قبائلی جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ مدینہ کے یہودی ان کو لڑا کر ایک طرف ان کی قوت کو ضعف میں بدلتے اور دوسری طرف ان کو سودی قرض میں جکڑتے اور ان کے ہاتھ اپنا اسلحہ فروخت کرتے۔ بنو قریظہ اوس کے حلیف تھے اور بنو نضیر و بنو قینقاع کی خزرج کے ساتھ

دوستی تھی۔ اسلام کی آمد کے ساتھ دونوں قبائل کے درمیان دشمنی کی جگہ دوستی اور نفرت کی جگہ محبت کے جذبات موج زن ہوگئے۔ یہود کو اس سے بہت مایوسی ہوئی۔ آخر انھوں نے اپنا شیطانی مکر استعمال کیا۔ صحابہ کی ایک مجلس میں جنگِ بعاث کا تذکرہ چھیڑ دیا اور فریقین کے شعرا کے پرجوش رجزیہ اشعار پڑھنے لگے۔ اوس و خزرج کے جذبات بھڑک اٹھے اور وہ ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار اٹھانے کے بارے میں سوچنے لگے۔ اسی دوران میں نبی اکرمؐ کو اس واقعے کی اطلاع ملی۔ آپؐ فوراً موقع پر پہنچے اور فریقین کو سخت سرزنش کی۔ حضور پاکؐ کی سرزنش اور تذکیر سن کر اوس و خزرج زاروقطار رونے لگے اور ایک دوسرے سے والہانہ بغل گیر ہوگئے۔

قرآن نے بھی اس واقعے کا پورا نقشہ کھینچا ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم نے ان اہل کتاب میں سے ایک گروہ کی بات مانی تو یہ تمھیں ایمان سے پھر کفر کی طرف پھیر لے جائیں گے۔ تمھارے لیے کفر کی طرف جانے کا اب کیا موقع باقی ہے، جب کہ تم کو اللہ کی آیات سنائی جارہی ہیں اور تمھارے درمیان اس کا رسولؐ موجود ہے؟ جو اللہ کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھامے گا وہ ضرور راہِ راست پالے گا...... سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمھارے دل جوڑ دیے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، اللہ نے تم کو اس سے بچالیا''۔ (اٰل عمران ۳:۱۰۰،۱۰۱، ۱۰۳)

دشمنانِ اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایسے فتنے اٹھا کر صحابہ کرامؓ کی قدسی جماعت کے درمیان آگ بھڑکانے سے باز نہ آئے، وہ آج کیوں نچلے بیٹھیں گے۔ ان کا آلۂ کار بن جانا کس قدر نقصان دہ ہے، ہر صاحبِ ایمان اور کلمہ گو کو اس پر غور کرنا چاہیے۔ اُمت مسلمہ کے درمیان قتل و غارت گری کے بازار گرم کرنا نہ اسلام کی خدمت ہے، نہ اُمت مسلمہ کی، نہ خود قاتلوں کی۔ یہ سراسر تباہی ہے جو خسر الدنیا والاٰخرۃ کے زمرے میں آتی ہے۔

گذشتہ کچھ عرصے سے دہشت گردی اور قتل و غارت گری کا عفریت ننگا ناچ، ناچ رہا ہے اور اتنی قیمتی جانوں کو ہڑپ کرچکا ہے کہ جسدِ ملی 'تن ہمہ داغ داغ شد' کی تصویر بن کر رہ گیا ہے۔ آئے دن وحشیانہ وارداتیں اور بہیمانہ قتل و غارت گری کی خبریں ذرائع ابلاغ سے شائع اور نشر ہوتی رہتی ہیں۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نام کی کوئی چیز اس ملک میں موجود ہی نہیں ہے۔ ۲۸ فروری ۲۰۱۲ء کو راولپنڈی سے گلگت جانے والی چار بسوں سے مسافروں کو اتار کر شناخت کے بعد ان میں سے ۱۹؍افراد کو اندھا دھند فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا۔ ان مقتولین میں دو خواتین بھی شامل تھیں۔ اس واقعے میں ۱۰؍افراد شدید زخمی ہوئے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق ان بسوں کو شمالی علاقہ جات کے قریب ہربن کے مقام پر ۱۴؍افراد نے صبح ۸ بجے کے قریب روکا۔ یہ افراد فوجی وردیوں میں ملبوس، مسلح نقاب پوش تھے۔ اس واقعے سے ایک روز قبل نوشہرہ میں ایک سیاسی جلسے میں بم دھماکا ہوا، جس کے نتیجے میں سات افراد جاں بحق اور ۳۲ زخمی ہوگئے۔ جب بھی اس طرح کا کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے، صدر اور وزیراعظم سے لے کر وزیر داخلہ اور پولیس افسران تک سب واقعے کی مذمت کرتے اور قوم کو یقین دہانی کراتے ہیں کہ مجرموں کو جلد پکڑ کر کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے گا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج تک ان گھناونے جرائم کے مرتکب افراد کو سزا نہیں دی جاسکی۔ یہ حکمرانوں کی ایسی نااہلی و ناکامی ہے جس کے باعث وہ حقِ حکمرانی کھو چکے ہیں۔

فرقہ واریت کے نام پر بھڑکائی گئی آگ نے شیعہ سُنّی فساد کے روپ میں بے شمار قیمتی جانوں کو ہڑپ کیا ہے۔ قتل ہونے والوں میں دونوں جانب سے بے گناہ و معصوم شہری گولیوں کا نشانہ بنے ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ پوری امت کا نقصان ہے۔ اس کی ذمہ داری کا تعین کرنے کے لیے حکمرانوں اور سیاسی و مذہبی جماعتوں کی قیادت کو سنجیدگی سے سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیے۔ علامہ اقبال نے نہایت بلیغ انداز میں دردِ دل کے ساتھ امت کو سمجھایا تھا ؎

اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہُشیار باش — اے گرفتارِ ابوبکرؓ و علیؓ ہُشیار باش

ہماری رائے میں بیش تر واقعات میں امریکا، بھارت اور اسرائیل کی ایجنسیوں کے لوگ ملوث ہوتے ہیں، جن کے پیش نظر پاکستان کی سالمیت کو ختم کرنا ہے۔ بلوچستان میں قتل و غارت گری کے پیچھے علاقائی و قبائلی عزائم ہوتے ہیں۔ کراچی کی قتل و غارت گری میں بھی لسانی عصبیتوں کا دخل ہے، جب کہ پنجاب، خیبر پختونخوا اور بالخصوص گلگت بلتستان کے علاقوں میں مذہبی منافرت اس کا سبب ہے۔ گلگت کے اس افسوس ناک واقعے سے ایک ماہ قبل شمالی علاقے دیامیر میں سُنّی مسلک کے دو افراد مارے گئے تھے۔ بعض حلقوں کے نزدیک یہ اس واقعے کا ردعمل بھی ہوسکتا ہے۔

وقتاً فوقتاً شیعہ سُنّی فسادات کی طرح سنیوں کے درمیان بھی بریلوی اور دیو بندی، حنفی وسلفی اور اسی طرح جہادی وغیر جہادی کے نام پر منافرت پھیلانے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ اسلام میں قتلِ ناحق کو بہت بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔ ''جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے [ناحق] قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا''۔ (المائدہ ۵:۳۲)

اس مضمون پر بہت سی احادیث میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ کسی کلمہ گو کے ناحق قتل کا مرتکب دائمی جہنمی ہوگا (ابی داؤد، حدیث ۴۲۷۰ بروایت حضرت ابوالدرداءؓ)۔ کسی غیر مسلم ذمی کو قتل کرنے کو بھی اتنا بڑا جرم قرار دیا گیا ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والا جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا حالانکہ یہ خوشبو ۴۰ برس کی مسافت تک پہنچتی ہے (بحوالہ نسائی، حدیث ۴۷۵۴ بروایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ)۔ ایک کلمہ گو کو قتل کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ کتاب اللہ میں بھی اس کی سزا دائمی جہنّم قرار دی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ''رہا وہ شخص جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنّم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے'' (النساء ۴:۹۳)۔ یہ معاملہ اتنا نازک ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کا مشہور واقعہ اس کی بہت اچھی وضاحت کرتا ہے۔ ایک جنگ میں حضرت اسامہؓ نے ایک محارب و مقاتل دشمن کو قتل کیا، جب کہ اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا۔ حضرت اسامہؓ نے اجتہاد کیا کہ وہ محض اپنی جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے ورنہ وہ تو اسلامی فوجوں کے مدمقابل لڑتا رہا تھا۔ جب آنحضورؐ کو اس واقعے کی اطلاع ملی تو آپؐ حضرت اسامہؓ سے سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ قیامت کے دن تم اللہ کو کیا جواب دو گے جب وہ کلمہ پڑھتا ہوا اللہ کے سامنے حاضر ہوگا۔ حضرت اسامہؓ نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! دراصل اس نے جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا تھا، دل سے تو وہ کافر ہی تھا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا۔ حضرت اسامہؓ خود بیان کیا کرتے تھے کہ آنحضورؐ کی ناراضی سے میں اس قدر پریشان ہوا کہ میں نے دل میں کہا: اے کاش! میں اس سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا اور یہ غلطی مجھ سے سرزد نہ ہوتی۔ (بخاری)

اسلام کی رُو سے ہر کلمہ گو مسلمان ہے۔ باطن کا معاملہ بندے اور رب کے درمیان ہے اور وہ قیامت کو ہر شخص کے بارے میں عدل وانصاف کا فیصلہ صادر فرمائے گا۔ پاکستان میں ہر کلمہ گو خود

کو مسلمان کہتا ہے۔ عقاید و مسالک اور فروعات میں اختلافات یقیناً ہیں۔ یہ صدیوں سے چلے آرہے ہیں۔ ان کی بنیاد پر اختلافِ راے کی گنجایش تو یقیناً موجود ہے مگر کسی بھی شخص یا گروہ کو ہتھیار اُٹھا لینے اور دوسروں کو قتل کرنے کا جواز نہ قرآن وسنت میں ملتا ہے نہ ملکی قانون اس کی اجازت دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص واجب القتل ہے تو اس کا طریقِ کار بالکل واضح ہے اور مجاز عدالتیں اور ادارے اس کے متعلّق فیصلہ صادر کردیں تبھی اس کا خون مباح ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی صورت ایسی نہیں کہ کوئی فرد یا گروہ اپنی ذاتی حیثیت میں قانون کے تقاضے پورے کیے بغیر کسی انسانی جان کو ہلاک کردے۔

حکومت کی نااہلی نے حالات کو اتنا بگاڑ دیا ہے کہ انارکی اور طوائف الملوکی نے پوری پاک سرزمین کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان حکمرانوں سے امن وامان کی توقع بالکل عبث ہے۔ اکابر ملت کو مسالک کی حدبندیوں سے بالاتر ہوکر سرجوڑ کے بیٹھنا چاہیے۔ ملّی یکجہتی کونسل کے انداز میں پھر سے متحد ہوکر چیلنج کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ منافرتوں کی جگہ پھر سے ہم آہنگی اور دشمنی کی جگہ اخوت کو فروغ دینے کی امید دینی شخصیات اور انھی قوتوں سے وابستہ ہے۔ جب ملّی یک جہتی کونسل وجود میں آئی تھی اور متحارب گروہ ایک میز پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے تھے تو بہت سی غلط فہمیاں دور ہوئی تھیں اور ہر ایک نے تسلیم کیا تھا کہ ہمارے باہمی اختلافات اور ایک دوسرے کے بارے میں شدید تصورات وتحفظات حقیقت سے بہت بعید تھے۔ اب پھر وقت آگیا ہے کہ اس مسئلے کو جنگی اور ہنگامی بنیادوں پر حل کرنے کی سنجیدہ کوشش کی جائے۔ اس میں سب کا بھلا ہے ورنہ یہ آگ جس طرح اس سے پہلے بے شمار گھرانوں کو برباد کرچکی ہے اسی طرح مزید نقصان کا باعث بنے گی۔ نفرت وعصبیت کی وبا مزید پھیلے گی تو ناقابلِ تلافی نقصان کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب نصیحت فرمائی ہے جو آج بالکل ہمارے حسبِ حال ہے:

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

رسول اللہ ﷺ : خبردار عنقریب بڑا فتنہ سر اٹھائے گا

حضرت علیؓ : اس سے نجات کیا چیز دلائے گی یارسولؐ اللہ!

رسول اللہ ﷺ : اللہ کی کتاب ـــــ!

اس میں تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے حالات ہیں۔

تم سے بعد ہونے والی باتوں کی خبر ہے۔

اور تمھارے آپس کے معاملات کا فیصلہ ہے۔

اور یہ ایک دوٹوک بات ہے' کوئی ہنسی دل لگی کی بات نہیں ہے۔

جو سرکش اسے چھوڑے گا' اللہ اس کی کمر کی ہڈی توڑ ڈالے گا۔

اور جو کوئی اس کو چھوڑ کر کسی اور بات کو اپنی ہدایت کا ذریعہ بنائے گا' اللہ اسے گمراہ کردے گا۔

☆ خُدا کی مضبوط رسی یہی ہے۔

☆ یہی حکمتوں سے بھری یاددہانی ہے۔

☆ یہی بالکل سیدھی راہ ہے۔

اس کے ہوتے ہوئے خواہشیں گمراہ نہیں کرتیں۔

اور نہ زبانیں لڑکھڑاتی ہیں۔

○ اہل علم کا دل اس سے کبھی نہیں بھرتا۔

○ اسے کتنا ہی پڑھو' طبیعت سیر نہیں ہوتی۔

○ اس کی باتیں کبھی ختم نہیں ہوتیں۔

○ جس نے اس کی سند پر کہا' سچ کہا۔

○ جس نے اس پر عمل کیا' اجر پائے گا۔

○ جس نے اس کی بنیاد پر فیصلہ کیا' اس نے انصاف کیا۔

○ جس نے اس کی دعوت دی' اس نے سیدھی راہ کی دعوت دی۔ (الحدیث)

یہی وہ سیدھی راہ ہے' جس کی طرف قرآن ہم سب کو دعوت دیتا ہے۔

اُمت محمدیؐ کا مشن

منصب، تقاضے اور مستقبل

ڈاکٹر یوسف قرضاوی/ ترجمہ: ارشادالرحمٰن

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دین اسلام کے ذریعے عزت وتکریم بخشی ہے۔ یہ دین اُن کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا بیان ہے: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ ۵:۳) ''آج میں نے تمھارے دین کو تمھارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمھارے لیے اسلام کو تمھارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے''۔ اس نعمت کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی کہ اپنے بہترین رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دین کے ساتھ مبعوث فرمایا، اپنی بہترین کتاب قرآن مجید کو اس دین کی کتاب کے طور پر نازل فرمایا اور ہمیں یہ چیزیں عطا کر کے اُمتِ وسط بنایا تاکہ ہم انسانیت کے سامنے شہادتِ حق کا فریضہ انجام دیں۔

جنابِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح انسانیت کے لیے کتابِ الٰہی قرآن مجید اور عالم گیر رسالتِ رحمت چھوڑی ہے، ان کے ساتھ انسانیت کو اُمت بھی وراثت میں دی ہے۔ وہ اُمت جو اس رسالت پر ایمان، اس کے احکام کے نفاذ اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینے کی بنیاد پر تشکیل پاتی ہے۔

یہ اُمت اپنے بہترین گروہ سے شروع ہوئی، بلکہ انسانی تاریخ کے بہترین گروہ سے اس کی ابتدا ہوئی، یعنی اصحابِ رسولؐ کا گروہ! یہ قرآنی اور ربانی گروہ جس نے حضرت محمدؐ کے مدرسۂ نبوت میں تربیت حاصل کی۔ انھیں آپؐ کے ہاتھ سے سندِ فضیلت عطا ہوئی۔ یہی وہ لوگ

ہیں جن کی صفت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اعراف ۷:۱۵۷)، لہٰذا جو لوگ اس (نبی) پر ایمان لائے، اور اس کی حمایت و نصرت کی اور اس روشنی کی پیروی اختیار کی جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔

یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سچّے مومن کے نام سے یاد کیا ہے، فرمایا:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ (انفال ۸:۷۴)، جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے اللہ کی راہ میں گھربار چھوڑے اور جدوجہد کی اور جنھوں نے پناہ دی اور مدد کی وہی سچّے مومن ہیں۔ ان کے لیے خطاؤں سے درگزر ہے اور بہترین رزق ہے۔

اس گروہ کے اولین لوگوں کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ (التوبۃ ۹:۱۰۰) وہ مہاجر اور انصار جنھوں نے سب سے پہلے دعوتِ ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی، نیز وہ جو راست بازی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی گروہ کے بارے میں فرمایا ہے: بہترین لوگ میرے عہد کے ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے۔ (بخاری، مسلم)

اُمتِ مسلمہ کی خصوصیات

صحابہ کرامؓ اُمتِ مسلمہ کا پہلا گروہ ہیں۔ جس طرح ان کی خوبیاں، فضائل اور رفعتِ مقام کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں کیا ہے اسی طرح مجموعی طور پر اُمتِ مسلمہ کے چار اوصاف قرآن مجید نے بیان کیے ہیں:

- ربّانی اُمّت: یہ ایسی اُمت ہے جس کی تشکیل خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے، لہٰذا یہ ربانی

اُمت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (البقرہ ۲:۱۴۳) ''اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو اُمتِ وسط بنایا ہے''۔ گویا یہ اُمت ایک مخصوص سانچے میں ڈھال کر تیار کی گئی ہے جیسا کہ فرمایا گیا: کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (اٰل عمرٰن ۳:۱۱۰) ''اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں اُتارا گیا ہے''۔ گویا یہ ازخود اُمت نہیں بن گئی بلکہ اسے اُمت بنایا گیا ہے اور یہ صرف اپنے لیے نہیں بنی بلکہ انسانیت کے لیے بنائی گئی ہے۔ یہ انسانوں کو راہِ راست کی طرف لانے کے لیے، انسانوں کو روشنی بہم پہنچانے کے لیے، انسانوں کو نفع پہنچانے کے لیے بنائی گئی ہے اور اسے بنانے والا اللہ ہے۔

- **اُمتِ وسط**: یہ اُمت وسط ہے، لہٰذا یہ متوازن اُمت ہے۔ یہ یہودیوں کی طرح مادی پہلو سے غُلو (مبالغے) کا شکار ہے نہ نصاریٰ کی طرح روحانی پہلو سے غُلو میں مبتلا ہے۔ یہود کی طرح یہ حرام میں اسراف کی مرتکب نہیں اور نصاریٰ کی طرح اس میں تنگی کا شکار نہیں۔ یہ فرد کے اُوپر کمیونسٹوں جیسی پابندیاں نہیں عائد کرتی اور نہ سرمایہ داری کی طرح اُسے پیس کر رکھ دیتی ہے۔

یہ ایک جامع توازن کی حامل اُمت ہے جس نے روحانیت و مادیت اور دین و دنیا کے درمیان توازن قائم کیا ہے۔ اس نے زمین کو آسمان سے ملایا ہے، روح اور مادے کا امتزاج پیدا کیا ہے، مخلوق کو خالق سے جوڑ دیا ہے، حقوق اور فرائض کے درمیان توازن پیدا کیا ہے۔ اس نے دو روشنیوں، وحی اور عقل کو یک جا کیا ہے۔ گویا یہ نورٌ علٰی نور ہے۔ اس اُمت نے اعتدال و توازن کی تعلیم انسانیت کو دی ہے۔ عبادت اور معاملاتِ زندگی میں اعتدال قائم کرنے کی غرض سے فرمایا گیا کہ عبادت میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا: تم پر تمھارے بدن کا بھی حق ہے، تمھارے دل کا بھی حق ہے، تمھارے اہل کا بھی حق ہے، تم پر میل ملاقات کے لیے آنے والوں کا بھی حق ہے اور تمھارے رب کا بھی حق ہے۔ ہر ایک کو اس کا حق ادا کرو۔ (بخاری، مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثالی مسلمان کے لیے فرمایا: ایک وقت تمھارے دل کے لیے ہونا چاہیے اور ایک تمھارے رب کے لیے (ساعة و ساعة)۔ ایک شخص نے آپؐ سے پوچھا: کیا اُونٹنی کا گھٹنا باندھنا چاہیے، یا اللہ پر توکل کر کے رہنے دیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا: گھٹنا باندھو اور پھر توکل کرو (ترمذی)۔ صحابہ کرامؓ فرمایا کرتے تھے: اپنی دنیا کے لیے اس طرح کام کرو

گویا تمھیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور اپنی آخرت کے لیے اس طرح عمل کرو گویا تمھیں کل مرجانا ہے، یعنی دنیا کی نسبت آخرت کے کاموں کو زیادہ تیزی سے انجام دیا جائے۔

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر قیامت برپا ہو جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا ایک پودا ہو تو اگر وہ قیامت قائم ہونے سے پہلے اس پودے کو لگا سکتا ہے تو ضرور لگا دے (احمد)۔ غور کیا جائے کہ قیامت برپا ہونے کے بعد تو کوئی بھی نہیں رہے گا جو اس پودے کا پھل کھائے، لہٰذا اسے لگانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ اس لیے کہ مسلمان زندگی کی آخری سانس تک کام کرتا، پیداوار بڑھاتا اور دوسروں کو کچھ عطا کرتا ہے کیونکہ وہ نیک کام کے ذریعے ہی اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔

● **خیر اُمّت**: یہ اُمت 'خیر' ہونے کے اعتبار سے دوسری اُمتوں سے ممتاز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (اٰل عمرٰن ۳:۱۱۰) ''وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے میدان میں اُتار لیا گیا ہے''۔ لیکن اس کا یہ 'خیر' ہونا نسلی طور پر نہیں ہے، جیسا کہ یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ نسلی طور پر اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ قوم ہے۔ نہیں بلکہ اُمت مسلمہ اپنے اوصاف کی بنا پر 'خیر' ہے اور جو بھی ان اوصاف کو اختیار کرلے وہ خیر کا متحمل ہوسکتا ہے، خواہ اس کا تعلّق کسی بھی قوم اور کسی بھی رنگ سے ہو۔ 'خیر' ہونے کے اوصاف یہ ہیں کہ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (اٰل عمرٰن ۳:۱۱۰) ''تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''۔

اس بنا پر اُمت مسلمہ ممتاز ٹھیرتی ہے کہ یہ دعوت کی حامل اُمت ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے والی اُمت ہے، دنیا کی اصلاح کی علَم بردار اُمت ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ یہ اللہ پر ایمان رکھتی ہے۔

● **اُمتِ واحدہ**: یہ اُمت واحدہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۝ (الانبیاء ۲۱:۹۲)، ''یہ تمھاری اُمت حقیقت میں ایک ہی اُمت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، لہٰذا تم میری عبادت کرو''۔ مزید ارشاد فرمایا: وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ (المومنون ۲۳:۵۲)، ''اور یہ تمھاری اُمت ایک

ہی اُمت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، لہٰذا مجھی سے ڈرو‘‘۔ گویا یہ دونوں آیتیں اشارہ کرتی ہیں کہ اتحادِ اُمت کے بغیر نہ عبادت پوری ہوتی ہے، نہ تقویٰ مکمل ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ اسی طرح مومنوں کے ایک ہونے سے قائم ہوتی ہے جس طرح کلمے کے ایک ہونے سے وجود پاتی ہے۔ گویا جب معبُودِ پاک ایک ہے تو عبادت گزاروں کو بھی ایک ہونا چاہیے، متفرق و منتشر نہیں۔

اُمت محمدیہؐ اپنے عقیدے و عبادت، قبلے و شریعت، اقدار و روایات، اسلوب و منہج اور مقصد میں مشترک ہونے کی بنا پر اُمتِ واحدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ اعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا (اٰل عمرٰن ۳:۱۰۳)، ’’سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقے میں نہ پڑو‘‘۔ پھر فرمایا: وَ لَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ تَفَرَّقُوۡا وَ اخۡتَلَفُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَ ہُمُ الۡبَیِّنٰتُ ؕ وَ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ۝ (اٰل عمرٰن ۳:۱۰۵)، ’’کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہوئے جنھوں نے یہ روش اختیار کی، وہ سخت سزا پائیں گے‘‘۔ تیسرے مقام پر فرمایا: وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَ تَذۡہَبَ رِیۡحُکُمۡ (انفال ۸:۴۶)، ’’اور آپس میں جھگڑو نہیں، ورنہ تمھارے اندر کمزوری پیدا ہوجائے گی اور تمھاری ہوا اُکھڑ جائے گی‘‘۔

اسلام نے اس وحدت کو تین اَساسی احکام میں مجسم کردیا ہے: ۱- وحدتِ مرجع ۲- وحدتِ دار ۳- وحدتِ قیادت۔

● **وحدتِ مرجع (شریعت)**: وحدتِ مرجع کا مطلب یہ ہے کہ مشرق و مغرب میں موجود اُمتِ اسلامیہ پر فرض ہے کہ وہ شریعتِ اسلامیہ کو اپنا قانون اور ضابطہ مانیں۔ وہ شریعت جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دنیوی اور اُخروی مفادات کے حصول کے لیے مقرر کیا ہے۔ اسلامی شریعت مخلوق کی دینی، مالی، نسلی، جانی اور عقلی ضروریات کی محافظ ہے۔ یہ مشکلات کو دُور کرنے اور آسانیاں پیدا کرنے کی بنیاد پر قائم ہے۔ اس نے حاجتوں اور ضرورتوں کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔ یہ انسانوں کے درمیان رحمت و عدل قائم کرنے جیسی بنیاد رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ثُمَّ جَعَلۡنٰکَ عَلٰی شَرِیۡعَۃٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ فَاتَّبِعۡہَا وَلَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۝ (الجاثیہ ۴۵:۱۸)، اے نبیؐ! ہم نے تم کو دین کے معاملے میں ایک

صاف شاہراہ (شریعت) پر قائم کیا ہے، لہٰذا تم اس پر چلو اور اُن لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو جو علم نہیں رکھتے۔

یہ شریعت مسلمانوں کو متحد کرتی ہے انھیں منتشر نہیں کرتی۔ ان کے درمیان قرب پیدا کرتی ہے دُوری نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ (الانعام ۶:۱۵۳)، ''اس کی ہدایت یہ ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے، لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اُس کے راستے سے ہٹا کر تمھیں پراگندہ کر دیں گے''۔

● **وحدتِ دار (دارالاسلام)**: وہ مختلف ممالک جہاں کی غالب اکثریت مسلمان ہو، اسلام ان علاقوں کو 'دارالاسلام' قرار دیتا ہے۔ یاد رہے کہ اسلام نے لفظ 'دارالاسلام' استعمال کیا ہے 'دیارالاسلام' نہیں۔ اگرچہ یہ ممالک مختلف براعظموں میں واقع ہوں اسلام انھیں 'دارِ واحد' قرار دیتا ہے۔ ان کے باشندے اپنے ہر جز کا دفاع مکمل یک جہتی کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر اہلِ علاقہ اپنے اُوپر حملہ آور دشمن کا راستہ نہیں روک سکتے تو اُن کے قریب ترین ہمسایہ علاقوں، پھر اُن علاقوں سے متصل علاقوں کے مسلمان باشندوں پر فرض ہے کہ وہ دارالاسلام کے ایک جز پر حملہ آور دشمن کا راستہ روکیں، اسے دشمن کے تسلط سے آزاد کرائیں اور مسلم جمعیت کا حصّہ بنائیں۔ یہ جائز نہیں ہے کہ ارضِ اسلام کا کوئی حصّہ کسی جگہ ایسا رہے جس کی حفاظت کرنے والے محافظ نہ ہوں، یا اسے آزاد کرانے والے لشکر موجود نہ ہوں۔

● **وحدتِ قیادت (خلافتِ اسلامیہ)**: وحدتِ قیادت سے مراد سیاسی قیادت کی وحدت ہے جو خلافت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ علما نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ امورِ دنیا انجام دینے اور دین کو قائم کرنے کے لیے تدبیر کرنا، نیابتِ رسولؐ ہے۔ خلافت محض شریعتِ اسلامیہ کے ذریعے حکمرانی کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ شریعتِ اسلامیہ کے ذریعے اُمتِ مسلمہ کی حکمرانی کا نام ہے۔ کسی چھوٹے یا بڑے خطے میں قائم اسلامی حکومت خلافت اسلامیہ کے مترادف نہ ہوگی۔

اُمتِ اسلامیہ ۱۳ صدیاں اُمتِ واحدہ رہی ہے جس کی ایک حکومت تھی۔ قیادت بھی ایک تھی جو خلافتِ راشدہ، امویہ، عباسیہ، یا عثمانیہ کے نام سے معروف ہے۔ یہ سیاسی قیادت اس

نظام کو قائم رکھنا اپنا فرض سمجھتی تھی۔ اس میں کوتاہی جائز نہیں تھی۔ بالآخر اس تاریخی قلعے کو گرا دیا گیا اور وحدتِ اُمت کو پارہ پارہ کر دیا گیا لیکن سیاسی قیادت کی اس وحدت کے ضائع ہوجانے کے باوجود اُمت قائم اور موجود ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے، کوئی وہم نہیں۔ یہ ایک دینی، تاریخی، جغرافیائی اور ثقافتی حقیقت ہے۔ اگر کوئی اس حقیقت کو ماننے سے انکار کرتا ہے تو وہ حج کے موسم میں اس حقیقت کا مشاہدہ کر لے، یا کسی ایسے موقع پر مسلمانوں کے جذبات کو دیکھے جب ان کے مقدسات پر کوئی کیچڑ اُچھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ ڈنمارک میں بنائے گئے خاکوں کا مسئلہ ابھی کل کی بات ہے۔ اسی طرح ہالینڈ میں قرآن پر بنائی گئی فلم، سوئٹزرلینڈ میں میناروں کی تعمیر کو روکنے کے لیے قرارداد کی منظوری، یا فلسطین میں مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے وحشیانہ مظالم جیسے واقعات پر اُمت کے جذبات کو دیکھا جاسکتا ہے۔

۴۰ برس قبل یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کے منبر پر جارحیت کی تو اُمتِ اسلامیہ زمین کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک متحرک ہوگئی اور انہدامِ خلافت کے بعد پہلی مرتبہ اس نے اپنی قیادت کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ مسجد اقصیٰ کی واگزاری کے لیے، چوٹی کی قیادت کی صورت میں جمع ہوں۔ اس کے نتیجے میں 'اسلامی کانفرنس تنظیم' قائم ہوئی جو مقدور بھر کوشش کرتی ہے کہ اُمتِ اسلامیہ کی نمایندگی کرسکے۔ یہ تنظیم کمزور اور اس کا دائرۂ اثر محدود ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ تنظیم مؤثر ہو اور عالمِ اسلام کو درپیش مسائل کے سلسلے میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے۔ اس وقت حالات بہت گمبھیر ہیں۔ اُمت عراق، افغانستان، پاکستان، صومالیہ، یمن اور سوڈان میں باہمی قتل و غارت سے دوچار ہے۔

ہم نے علما کے تعاون سے 'عالمی اتحاد برائے علماے مسلمین' قائم کی ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم ایسے بڑے بڑے مسائل پر علماے اُمت کو ایک نکتے پر جمع کریں جن مسائل کے بارے میں کلمۂ حق کہنے، اُمت کو اس کے فوائد و نقصانات سے آگاہ کرنے اور تفرقہ و آویزش سے بچانے کی ضرورت ہو۔ اس کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ تصادم، جنگ اور خون ریزی سے بچا جائے۔

ہم چاہتے ہیں کہ اُمت کی قیادت اور اس کے حکمران اللہ، رسول اور مومنوں کی خاطر ٹھوس موقف اپنائیں، اپنے اختلافات کو ترک کر دیں، اپنے کردار کی اصلاح کریں اور حجۃ الوداع میں کی

گئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت پر کان دھریں کہ: ''میرے بعد کافرانہ کام نہ کرنے لگ جانا کہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو'' (بخاری، مسلم)۔ حکمرانوں میں سے صاحبِ وسائل اور اہلِ بصیرت آگے بڑھیں، اُمت کے دفاع کی غرض سے باہمی تعاون کا ماحول بیدار کریں۔ اُمت کی مشکلات دُور کرنے کی کوشش کریں، اس کے شیرازے کو مجتمع کریں اور اس کے تشخص کو بحال کرنے کے لیے اپنی ذمہ داری ادا کریں۔

اُمت کے وسائل اور امکانات

مسلمان حکمرانوں کو یہ علم ہونا چاہیے کہ اُمتِ مسلمہ کے پاس ایسے مادی و معنوی وسائل موجود ہیں جو اُمت کو دنیا میں صفِ اوّل کی قوموں میں کھڑا کر سکتے ہیں۔ مقامِ افسوس ہے کہ ان نعمتوں، طاقتوں کو اس طرح استعمال نہیں کیا جاتا کہ یہ اُمت کے لیے فائدے اور رفعت کا باعث بنیں۔

● **عددی اکثریت**: تازہ اعداد و شمار کے مطابق اُمتِ اسلامیہ ایک ارب ۵۷ کروڑ انسانوں پر مشتمل ہے اور یہ تعداد تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے جس نے غیروں کو خوف زدہ کر دیا ہے۔ عددی اکثریت کو اللہ تعالیٰ نے ایک احسان اور نعمت کے طور پر بیان کیا ہے۔ فرمایا: وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ (الاعراف ۷:۸۶) ''یاد کرو وہ زمانہ جب تم تھوڑے تھے پھر اللہ نے تمھیں زیادہ کر دیا''۔

● **وافر مادی وسائل**: اُمتِ اسلامیہ زراعت، معدنیات، پٹرولیم، پانی کے وسائل، نہروں، ڈیموں، سمندروں، ساحلوں اور پہاڑوں کی دولت سے مالا مال ہے، اور یہ سب کچھ دنیا کے وسط میں براعظموں کے سنگم پر واقع ہے۔ یہ ساری کی ساری دولت مل جائے اور ایک دوسرے کے لیے معاون ہو جائے تو اُمتِ اسلامیہ ایسی قوت بن جائے گی جس کے خلاف کسی کو جارحیت کی جرأت نہیں ہو سکتی۔

● **تہذیبی قوت**: اُمتِ اسلامیہ کے پاس تہذیبی قوت بھی ہے۔ یہ اُمت عالمی تہذیبوں کا سرچشمہ رہی ہے۔ ایرانی، رومی، بابلی، فرعونی اور دیگر بہت سی تہذیبوں نے اس کے تہذیبی سوتوں سے نشوونما پائی ہے۔ دنیا کے بڑے آسمانی مذاہب یہودیت، مسیحیت اور اسلام کا ظہور سرزمینِ اسلام میں ہوا۔ تین جلیل القدر رسول حضرت موسٰیؑ، حضرت عیسٰیؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں

مبعوث ہوئے۔ چاروں آسمانی کتابیں تورات، زبور، انجیل اور قرآن کا نزول یہاں ہوا۔

● **روحانی قوت**: ہماری اُمت روحانی قوت کے اعتبار سے بھی بہت مضبوط ہے۔ قرآنِ مجید کی صورت میں دستاویزِ الٰہی اس کے پاس ہے اور یہ دستاویز انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کے آخری کلمات پر مشتمل ہے۔ مراد ہے قرآن مجید۔ وہ قرآن جس کی کسی سورت سے کوئی ایک لفظ تک نہیں بدلا گیا۔ یہ کتاب آج بھی اسی طرح پڑھی جاتی ہے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ پڑھا کرتے تھے اور آج اسی طرح کتابت ہو رہی ہے جس طرح عہدِ عثمانؓ میں ہوئی تھی۔

● **جامع اور متوازن فکر**: اس سب کچھ کے ساتھ ساتھ اُمتِ مسلمہ کے پاس ایک ایسا جامع پیغام ہے جو انسانیت کو ایمان عطا کر کے اس سے علم کا ہتھیار چھین نہیں لیتا، اسے روحانیت عطا کر کے مادیت سے محروم نہیں کر دیتا۔ آخرت سے نواز کر دنیا سے تہی دامن ہونے کے لیے نہیں کہتا۔ یہ پیغام انسانیت کو آسمان سے قریب کرتا ہے مگر اس سے زمین پر رہنے کا حق نہیں چھینتا۔ وہ انسانیت کو روحانی بلندی عطا کر کے عمرانی و تہذیبی ترقی سے روک نہیں دیتا۔ یہ تو متوازن و معتدل پیغام ہے جو دنیا و آخرت، زمین و آسمان اور دل و دماغ کو آپس میں جوڑتا ہے۔ اس کا نعرہ یہ ہے کہ دنیا سے جدا ہو کر دین کچھ نہیں رہتا، اور دین سے کٹ کر دنیا کچھ نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں اس پیغام کے حاملین کی دعا تو یہ ہے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِo (البقرہ ۲:۲۰۱)، ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر''۔

ادھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے یوں مناجات کرتے ہیں: اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ ھُوَ عِصْمَۃُ اَمْرِیْ o وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِی فِیْھَا مَعَاشِی o وَاَصْلِحْ لِیْ آخِرَتِی الَّتِی اِلَیْھَا مَعَادِیْ o وَاجْعَلِ الْحَیَاۃَ زِیَارَۃً لِیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍo وَالْمَوْتَ رَاحَۃً لِیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ o (مسلم)، ''اے اللہ! میرے لیے میرا دین نفع بخش بنا دے کہ یہ میرے معاملے کی آبرو ہے، اور میرے لیے میری دنیا کو بھی درست فرما دے کہ اس میں میری معاش ہے اور میرے لیے میری آخرت بھی بہتر بنا دے کہ میرا آخری ٹھکانا وہی ہے۔ اے اللہ! زندگی کو میرے لیے ہر خیر میں اضافے کا باعث بنا دے، اور موت کو ہر قسم کے شر سے

نجات کا ذریعہ بنا دے''۔

اُمتِ اسلامیہ کے پاس یہ مادی و روحانی وسائل اُمت کو ایک شان دار مستقبل کی خوش خبری دیتے ہیں اور اس خوش خبری کی طرف ہی قرآن مجید نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے: یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَo (الصف۶۱:۸) ''یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں، اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پھیلا کر رہے گا خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو''۔ مگر افسوس ہے کہ اُمت نے اپنی بے پناہ صلاحیتوں اور تہذیبی و روحانی اور اقتصادی و انسانی قوتوں سے جس طرح کام لینے کی ضرورت تھی نہیں لیا۔ یہی وجہ ہے کہ روشن چراغ اس کے ہاتھ میں ہے لیکن وہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے۔ مصائب کا حل موجود ہے مگر وہ مسائل سے دوچار چلی آرہی ہے۔

غلبۂ اسلام کی بشارتیں

بے پناہ وسائل کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے پاس غلبۂ اسلام کی بشارتیں بھی ہیں جو ہمارے اس یقین کو مزید پختہ کر دیتی ہیں کہ مستقبل ہماری اُمت اور ہمارے دین کا ہے۔

● قرآنی بشارتیں: سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ (حٰمٓ السجدۃ ۴۱:۵۳)، 'عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے''۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ (التوبہ ۹:۳۳)، ''وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنسِ دین پر غالب کر دے''۔ یہ بشارت قرآن مجید کی تین سورتوں التوبہ، الفتح اور الصّف میں آئی ہے۔ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ کا مفہوم تمام ادیان پر غلبے کا ہے۔ یہ غلبہ اس سے پہلے کثیر ادیان پر ہو چکا ہے، یعنی یہودیت، مجوسیت اور مشرقی نصرانیت پر۔ البتہ مغرب کی نصرانیت اور مشرق کی وثنیت [بت پرستی] منتظر ہے کہ اسلام اس پر غالب آئے۔

● نبویؐ بشارتیں: نبی کریمؐ کی دی ہوئی بشارتوں کے سلسلے میں حضرت تمیم داری کی روایت کردہ حدیث ہمارے لیے کافی ہے کہ ''یہ اسلام وہاں تک پہنچ کر رہے گا جہاں تک دن رات

کا سلسلہ پہنچتا ہے۔ اللہ کسی شہری یا دیہاتی کا گھر نہیں چھوڑے گا جہاں باعزت کی عزت کے ساتھ اور ذلیل کی ذلت کے ساتھ اسلام کو وہاں داخل نہ کردے۔ عزت اس کے لیے جسے اللہ دولتِ اسلام کے ذریعے اعزاز دے اور ذلت اس کے لیے جسے اللہ کفر میں رکھ کر ذلیل کرے"۔ (احمد)

● **تاریخی بشارتیں:** یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہوچکی ہے کہ اسلام مشکل ترین اور شدید ترین بحرانوں میں قوت کے لحاظ سے عظیم قوت اور اپنے وجود کی بقا کے لیے مزاحمت کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ صلیبیوں اور تاتاریوں کی جنگوں کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ اسلام نے ان میں فتح کا پرچم لہرایا۔ ملحد نظریات اور استعمار کے خلاف تازہ جنگوں میں بھی اسلام کی قوت ثابت ہوچکی ہے جن میں اسلام نے استعمار اور ارتداد کا سامنا کیا اور مسلمانوں نے اپنی بے سروسامانی و کمزوری کے باوجود اپنے ممالک کو آزاد کرایا۔

● **روشن مستقبل:** ہم اسلامی بیداری کی تازہ صورتِ حال کا مشاہدہ کرچکے ہیں جس کی بنیاد پر مسلمانوں کی عظیم اکثریت نے اپنے دین کی طرف رجوع کیا ہے۔ نوجوانوں کو استقامت کا راستہ دکھایا ہے۔ عورتوں کو حجاب پہنا دیا ہے۔ بہت سی کمپنیوں اور بنکوں کو سود سے دُور کردیا ہے۔ مشرق و مغرب میں دعوتِ اسلام اور خدمتِ خلق کی تنظیمیں قائم ہوئی ہیں۔ خود ہم نے 'الاتحاد العالمی لعلماء المسلمین' قائم کیا ہے جس میں اُمت اسلامیہ کے علماے شریعت نمایندگی کرتے ہیں۔ یہ اتحاد اسلام کے حقیقی موقف کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس اتحاد کو کوئی لالچ اپنی طرف کھینچ سکتا ہے، نہ کوئی دھمکی مرعوب کرسکتی ہے۔ تنظیم نے قرآن مجید کی اس آیت کو اپنا سلوگن قرار دے رکھا ہے:

الَّذِیۡنَ یُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَ یَخۡشَوۡنَہٗ وَ لَا یَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیۡبًا ﴿الاحزاب ۳۳:۳۹﴾ "اور جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور ایک خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور محاسبے کے لیے بس اللہ ہی کافی ہے"۔

مغرب کی قائدانہ ناکامی

غلبۂ اسلام کی بشارتوں میں اس بشارت کا اضافہ بھی حقائق و واقعات نے کردیا ہے کہ مغرب جس کی تہذیب نے کئی صدیاں دنیا کی قیادت کی ہے لیکن اس قیادت کا حق ادا نہیں کیا۔ یہ روحانی اور اخلاقی طور پر دیوالیہ ہوچکا ہے۔ اس نے بڑے بڑے بین الاقوامی مسائل پر دوہرے

معیارات اپنا رکھے ہیں۔ قرآن کی زبان میں ایک چیز کو ایک سال حلال ٹھیراتے ہیں اور دوسرے سال حرام قرار دے لیتے ہیں (التوبہ۹:۳۷)۔ اس نے دنیا میں الحاد کا رجحان عام کیا ہے جس کے نزدیک کائنات کا کوئی معبُود نہیں اور انسان کے اندر کوئی روح نہیں، دنیا کے بعد کوئی آخرت نہیں۔ اسی طرح اس نے اباحیت کو رواج دیا ہے جس نے مرد کی مرد کے ساتھ اور عورت کی عورت کے ساتھ شادی کو جائز قرار دے دیا ہے حالانکہ یہ تمام ادیان اور انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ اگر انسانیت نے اس کو برقرار رکھا تو ایک دو نسلوں کے بعد وہ تباہ ہوجائے گی۔ اسی طرح امریکا جو مغرب کا سردار ہے پوری دنیا سے اس طرح معاملات کرتا ہے گویا وہ ایسا معبُود ہے جو کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے۔ اسرائیل جو اس کا بغل بچہ ہے امریکا اس کے ہر جائز و ناجائز اور ظلم و زیادتی بلکہ چنگھاڑتے ہوئے ظلم کی حمایت کر رہا ہے۔ زمین پر ایسی ناحق، متکبر اور سرکش تہذیب کو زوال آ ہی جانا چاہیے اور اس کی جگہ کسی اور کو لینی چاہیے، کیونکہ یہ قانونِ الٰہی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ○ (الانبیاء ۲۱:۱۰۵)، ''ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے (ہی) ہوں گے''۔

دم توڑتی تہذیب کی جگہ لینے کے لیے جو قوم تیار ہے، وہ اُمتِ اسلامیہ ہی ہے۔ اور یہ اس وقت ممکن ہے جب یہ اُمت اپنے آپ کو پہچان لے، اپنے پیغام کی حامل بن جائے، اپنے رب کی طرف رجوع کر لے، اپنے ذاتی معاملات کو درست کر لے اور اپنے آپ کو تبدیل کر لے تاکہ اللہ بھی اس کو بدل دے کیونکہ یہ بھی قانونِ الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد ۱۳:۱۱)، ''اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی''۔

اگر اُمت اپنی بُری حالت کے باوجود اس تہذیب کی وارث بننے اور انسانیت کی قیادت کرنے کی تمنا رکھتی ہے تو یہ کبھی ممکن نہیں ہوسکتا! اللہ کا طریق کار کبھی تبدیل نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ (محمد ۴۷:۳۸)، ''اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمھاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے''۔

یا حیُّ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — یا قیُّوم

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

تحریکِ اسلامی کا پیغام

حسین احمد

رُوے زمین پر بسنے والے تمام مسلمان بلا امتیاز رنگ ونسل، زبان اور زمان ومکان، ایک خدا، ایک رسولؐ اور ایک قرآن کے ماننے والے صاحبِ شریعت اور صاحبِ مشن قوم ہیں۔ آج عالمِ اسلام ۵۷ سے زائد ممالک پر مشتمل ہے جن کی مجموعی آبادی ایک ارب ۵۰ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ گویا دنیا کا ہر پانچواں شخص مسلمان ہے، جب کہ سی آئی اے کی رپورٹ کے مطابق دنیا میں مسلمانوں کی آبادی ایک ارب ۹۰ کروڑ ۲۰ لاکھ ۹۵ ہزار ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ باعثِ فخر ہے کہ انھوں نے تیرھویں صدی تک یورپ میں علم کی روشنی پھیلا کر اہلِ مغرب کو بھی جہالت کی تاریکی سے نکالا جس کا اعتراف ۳۱ مارچ ۲۰۰۶ء کو جامعہ الازہر میں خطاب کے دوران برطانیہ کے پرنس چارلس نے ان الفاظ میں کیا: ''ہم اہلِ مغرب پر مسلمان علما اور محققین کا یہ احسان ہے کہ جب یورپ تاریکی کے دور سے گزر رہا تھا، تو انھوں نے علم کی روشنی پھیلائی''۔ آسٹریلیا کے چانسلر کا کہنا ہے: ''ہم حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت سے راہ نمائی لے کر دن رات ترقی کر رہے ہیں''۔

سابق امریکی صدر رچرڈ نکسن نے اپنی کتاب سیزدے مومنٹ میں لکھا ہے: ''اگرچہ عالمِ اسلام سیاسی ترقی میں اہلِ مغرب سے بہت پیچھے رہ گیا ہے لیکن ہماری تہذیب پیدایشی طور پر اعلیٰ وارفع نہیں۔ یہ بات مسلمانوں کے کریڈٹ میں جاتی ہے کہ وہ نہ صرف مادیت سے نفرت کرتے ہیں بلکہ مغرب کی بے لگام آزادی کو بھی یکسر مسترد کرتے ہیں''۔ صدر نکسن نے آگے لکھا ہے: ''۷۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک مسلم دنیا نے معیاری سائنسی علوم کی ترویج، قانون سازی، مذہبی رواداری، بہتر معیارِ زندگی اور دنیا پر حکمرانی کے حوالے سے عیسائی دنیا کی قیادت کی ہے''۔ یاد رہے

یہ وہ زمانہ تھا جب بغداد اسلامی جدید علوم کا مرکز تھا۔ افسوس کہ جہالت اور زوال مسلمانوں کا مقدر بن گیا اور آج مسلمان اپنی بے عملی و بنیادی اخلاقیات کے فقدان اور شہادتِ حق سے پہلوتہی کی وجہ سے ربانی وعدہ وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿اٰل عمرٰن ۳:۱۳۹﴾ کی صداقت اور ہمہ گیر سچائی ثابت کرنے میں ناکامی سے دوچار ہیں۔

آج عالمِ اسلام اپنی بڑی افرادی قوت، وسائل کی فراوانی اور جغرافیائی اہمیت کے باوجو عالمی برادری میں نہ صرف اپنا مقام بلکہ احساسِ سود وزیاں بھی کھو بیٹھا ہے۔ اسلامی ممالک کی تنظیم (او آئی سی) کی حیثیت بھی مُردہ گھوڑے سے زیادہ نہیں۔ اس کے باوجود مسلمان تاریخ کے آئینے میں اپنی تصویر دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ سب سے زیادہ پریشان کن بات یہ ہے کہ مسلمان اپنی زبوں حالی، بے وقعتی، بے توقیری، غربت، مفلسی، جہالت، فرقہ بندی، نااتفاقی اور پس ماندگی کا ذمہ دار قسمت اور تقدیر کو ٹھیرا کر اپنی خستہ حالی پر صبر وشکر کرتے نہیں تھکتے، حالانکہ اُن کی پس ماندگی کا سبب قسمت یا تقدیر نہیں، بلکہ اُن کی جہالت اور بے عملی ہے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ جس طرح مشرق سے آنے والی روشنی مغرب کے احیا کا باعث بنی، اب مشرق کے مسلمان دنیاے مغرب کی ترقی کو اسلامی افکار کے تناظر میں اپنائیں اور اُمت مسلمہ کی نشاَتِ ثانیہ کی کوشش کریں۔ بے عملی کی دنیا میں محض جذباتی دعویٰ کہ ''اسلام میں سارے مسائل کا حل موجود ہے'' کی خوش فہمی میں مبتلا رہنے کے بجاے اسلامی و جدید سائنسی علوم کے امتزاج اور سیاسی، اقتصادی، فنی اور عسکری میدان میں حقیقی ترقی کے ذریعے اپنے ناتواں جسم میں جان ڈال کر اپنی بقا کی فکر کریں۔ آخرت کی فلاح کا راستہ بھی دُنیاوی فلاح سے کترا کر نہیں بلکہ اُس کے اندر سے ہوکر گزرتا ہے۔

درحقیقت عالمِ اسلام کے سیاسی، معاشی، معاشرتی اور نفسیاتی زوال کے پیچھے مسلمانوں میں بدترین قسم کی فرقہ بندی، باہمی دشمنی، یہود و نصاریٰ کی دوستی اور تہذیبی غلامی، قرآنی احکامات سے دُوری، دینی قیادت کی سیاسی قیادت سے جدائی، شیطان کے پیروکاروں کی بیداری و ہوشیاری مگر اللہ کے شیروں کی رُوباہی و گراں خوابی جیسی کمزوریاں کارفرما ہیں۔ خلفاے راشدین کے بعد بیمار اُمت کی ڈوبتی کشتی کو بچانے کی خاطر حضرت امام حسینؓ نے جان کی قربانی دی۔ اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی اُمت مسلمہ کو پھر سے پٹڑی پر چڑھانے کی کوشش کی لیکن دولت

اور اقتدار کے پُجاری اسے کہاں برداشت کرسکتے تھے۔ گو، مسلمانوں کے دورِ انحطاط میں بھی فقہاے عظام، علماے کرام اور بزرگانِ دین نے اسلام اور اسلامی تہذیب کے ڈھانچے کو بچانے اور افراد کی روحانی اصلاح کی خاطر گراں قدر خدمات انجام دیں، لیکن اُن کی تمام تر قابلِ قدر علمی و فکری کاوشیں عالمِ کفر اور ان کے آلۂ کار جدت پسند مسلمانوں کی منظم ریاستی سازشوں کے سامنے مؤثر ثابت نہ ہوسکیں۔ آخرکار اسلام کا اجتماعی نظام روز بروز متاثر اور کمزور ہوتا گیا، کیونکہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ غیر منظم بھلائی، منظم برائی کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اس وقت مسلمانوں کے لیے لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ آیا اُنھیں ایک بار پھر اپنی عظمتِ رفتہ کی بازیابی کے لیے منظم کوشش کرنی چاہیے، یا رضا بہ قضا ہوکر دنیا میں اپنی بے حیثیتی، رسوائی اور بے بسی پر کبوتر کی طرح بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کرتے رہیں اور لمبی لمبی تسبیحیں لے کر محض اذکار کے عوض جنت کی خریداری ہی کو اصل دین سمجھ کر قناعت اور عافیت کی زندگی گزارنے پر اکتفا کیا جائے؟ اس مناسبت سے علامہ اقبالؒ نے بالِ جبریل کی ایک رباعی میں بڑا حکیمانہ اور سبق آموز موازنہ کیا ہے:

یا وُسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل　　یا خاک کی آغوش میں تسبیح و مُناجات
وہ مذہب مردانِ خود آگاہ و خدامست　　یہ مذہب مُلّا و جمادات و نباتات

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کے لیے زندگی کے میدان میں منظم انداز میں اُترنا ہی عین سنتِ نبویؐ ہے۔ اگر محض اذکار، دعاؤں، دموں اور پھونکوں ہی سے کام ہوسکتا تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غارِ حرا سے نکل کر بدر، اُحد اور خندق کے غزوات میں اپنے صحابہؓ کو آزمایش میں ڈالنے کی ضرورت نہیں تھی۔

خدا کے فضل سے اس وقت عالمِ اسلام میں بے شمار دینی ادارے اور تحریکیں نیک نیتی سے دینِ اسلام کی تبلیغ اور دعوت کے کام میں مصروف ہیں۔ لیکن دنیاے اسلام میں عالمِ کفر کے ذہنوں کو سمجھنے اور اُن کی علمی سطح پر عقلی دلائل کے ساتھ بات کرنے، اُن کے باطل افکار و نظریات پر ضرب لگانے، اہلِ مغرب کی سازشوں اور خواب آور گولیوں سے اُمت مسلمہ کو آگاہ کرنے کے لیے عملاً بہت تھوڑے لوگ ہیں۔ جدت پسند مسلمانوں اور اسلام کے نادان دوستوں کی سوچ بدلنے اور دشمنانِ دین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مقابلہ کرنے والی صرف دو ہی منظم، فعال، متحرک اور

جان دار اسلامی تحریکیں ہیں، یعنی: دنیاے عرب میں اخوان المسلمین اور جنوبی ایشیا میں جماعت اسلامی۔ عالمِ اسلام اور پوری دنیا میں اسلام کے عادلانہ نظام کے عملاً نفاذ کے لیے یہ تحریکیں بھرپور جدوجہد کر رہی ہیں جو کہ اس وقت کہیں بھی نافذ نہیں ہے۔ دین اسلام کی تبلیغ، احیا اور بقا کی محنت کے حوالے سے یہ دونوں تحریکیں بُرائی کے گھنے درختوں کا جُھنڈ کاٹے بغیر، اُن کی چھاؤں میں بیج بوکر فصل کاٹنے کی اُمید نہیں رکھتیں۔ ان کے برعکس دوسری تمام تحریکیں ہمہ وقت پُرامید رہتی ہیں۔ گویا تصورِ دین کی کم فہمی کی وجہ سے مسلمان اقامت دین کی بھاری ذمہ داری اُٹھانے کے بجاے محض چند مخصوص عقائد کی پاس داری، رسومات اور عبادات کی تبلیغ کر کے زمینی حقائق کے برعکس تصوراتی خوش عقیدگی کی فضا میں باطل کو شکست دینے کا تصور کیے بیٹھے ہیں۔ اسی لیے دورِ حاضر میں تصورِ دین کی اصلاح کی اشد ضرورت ہے تاکہ اُمت مسلمہ کو ایک ہی کشادہ شاہراہ پر لایا جاسکے، ورنہ اگر مسلمانوں میں فرقہ بندی، جہاد گریزی، غفلت اور بے عملی اسی طرح جاری وساری رہی تو دنیا سے اسلامی تہذیب کی مزید شکست و ریخت کا خدشہ ہے۔

مسلمانوں کو 'دہشت گرد' اور رہزنِ انسانیت کا طعنہ دینے والا مغرب اپنی تہذیب کے فروغ کے لیے تمام تر وسائل بروے کار لا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قدیم یورپی معاشرے میں عورت کو چڑیل سمجھ کر جلایا جاتا تھا۔ مغرب میں عورتوں کو جایداد کا حق ۱۸۷۰ء میں ملا، جب کہ مسلمان عورتوں کو ساتویں صدی میں یہ حق حاصل تھا۔ مزید یہ کہ اس مہذب قوم کے ہاتھوں جنگِ عظیم میں ۱۵ کروڑ انسان ہلاک ہوچکے ہیں، اور آج بھی 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' کے نام پر لاکھوں معصوم انسانوں کے خون سے ہاتھ رنگے جاچکے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ مغرب کے اس ثقافتی اور تہذیبی حملے کے ردعمل میں جہاں اُمت مسلمہ کا ایک طبقہ اپنی اسلامی ثقافت سے بے گانگی اور بے زاری کو وقت کا تقاضا خیال کر رہا ہے وہاں ایک بڑی تعداد اسلامی تہذیب کی بقا کے لیے کٹ مرنے کو تیار ہے۔ زیادہ پریشانی کی بات یہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے اندر فرقہ واریت اور قوم پرستی کے فروغ کا رُجحان بڑھ رہا ہے، اور اُس کی قوتِ برداشت ختم کر رہا ہے۔ اس طرح مسلم معاشرے اپنی تنظیم اور ڈسپلن کھو رہے ہیں۔ گویا اُمت مسلمہ کو داخلی انتشار کے ساتھ بیرونی عسکری، اقتصادی، نظریاتی اور ثقافتی یلغار کا مقابلہ بھی درپیش ہے۔ ان حالات میں تحریک اسلامی کی خواہش

ہے کہ گھر کی چھت اور دیواروں کو مضبوط کر کے اُمت مسلمہ کو باہر کے طوفان سے بچایا جائے۔

جماعت اسلامی عہدِ حاضر میں اقامت دین، رجوع الی القران، تصورِ دین کی اصلاح اور عالمِ اسلام خصوصاً کشمیر، فلسطین، افغانستان اور عراق کے مظلوم مسلمانوں کی ترجمان ایک منظم اسلامی تحریک ہے۔ اس کا مقصد اور نصب العین تحریک تجدید واحیاے دین کے ذریعے مسلمانوں کی روحانی اصلاح کے ساتھ اُمت مسلمہ میں فرقہ بندی اور بے عملی ختم کرنا ہے، تاکہ پھر سے مسلمانوں کے وجود میں سیاسی قوت اور وزن، بازو میں طاقت، دماغ میں فکر وتدبر، دل میں حوصلہ وعزم، قلم میں جان اور آنکھوں میں اجتماعی بصیرت پیدا ہو۔

آج کل دنیاے اسلام میں کئی ایک مذہبی تحریکیں دین کی حقیقی خدمت کا دعویٰ کر رہی ہیں۔ ان حالات میں ایک عام آدمی عجیب مخمصے میں ہے کہ وہ کس کے پیچھے چلے اور کس کی بات پر اعتبار کرے، اور یہ کیسے جانے کہ کون سی جماعت حق کی مؤثر نمایندگی کر رہی ہے۔ لہٰذا حق کی مؤثر نمایندہ جماعت کو سمجھنے کے لیے یہ قول یاد رکھنا ہی کافی ہے: ''اگر تم حق کو نہیں پہچان سکتے تو باطل کے تیروں پر نظر رکھو، جہاں پر لگیں وہی حق ہے''۔ اسلام اور کفر کی اس کش مکش میں دشمنانِ دین نہ صرف اپنے بلکہ مسلمانوں کی صفوں میں موجود اپنے جدت پسند حلیفوں اور اسلام کے نادان دوستوں کے تیر بھی تحریکِ اسلامی پر برسا رہے ہیں۔

جماعت اسلامی محض لوگوں کا ہجوم نہیں بلکہ یہ دینی فہم وشعور سے آراستہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ بشمول سیاست دانوں، سائنس دانوں، جرنیلوں، ڈاکٹروں، پروفیسروں، انجینیروں، علما، دینی اسکالروں، صحافیوں، ماہرین قانون، ماہرین تعلیم، اساتذہ، بیوروکریٹس، وکلا، اطبا، سرکاری ملازمین، کاروباری حضرات، طلبہ الغرض زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے بیدار مغز افراد کی ایک منظم اور مضبوط ٹیم ہے۔ جس کے پاس دینی و دنیاوی مسائل خصوصاً اسلام اور اُمت مسلمہ کے خلاف ہونے والی سازشوں کو سمجھنے اور مستشرقین کے اعتراضات والزامات کا منطقی، مدلل اور تفصیلی جواب دینے کی خداداد صلاحیت موجود ہے، اور قافلۂ علم و دانش کے اس سیلِ رواں میں آج بھی قیمتی اضافے ہورہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دورِ حاضر کے بگڑے ہوئے معاشرے میں اگر کوئی شخص تحریکِ اسلامی کے پیغام 'قصۂ زمین برسرِ زمین' کو نہیں سمجھتا یا سمجھنے کے بعد حیلہ و بہانہ بنا کر

ساتھ دینے میں بے حوصلگی دکھاتا ہے وہ ... بکاری ہے۔

خدا کے فضل سے تعلیم یافتہ طبقہ اسلام کو سمجھ رہا ہے وہ یہ

توحید کے تقاضے اور مطالبات کیا ہیں؟ اس کے اندر اگر کوئی کوتاہی ہے تو یہ ہے ر

جان لڑانے، مالی قربانی دینے، خطرات مول لینے اور اپنا وقت کھپانے کی ہمت نہیں دکھا رہا ہے

اسے دکھانی چاہیے۔ جہاں تک ناخواندہ اور سادہ لوح عوام کا تعلق ہے وہ اسلام کو چند ایک مذہبی عقائد و رسومات اور عبادات کی حد تک جانتے ہیں مگر اسلام کے تقاضوں اور مطالبات کا اُنھیں علم تک نہیں۔ اقامت دین کی بات انھیں اجنبی لگتی ہے، لہٰذا یہ تعلیم یافتہ طبقے ہی کی ذمہ داری ہے کہ وہ انھیں سمجھائیں اور تصورِ دین کے بارے میں ان کی سوچ بدل دیں۔ یاد رہے کہ اسلام کی ابتدائی تعلیم و تبلیغ بھی کتابوں اور رسالوں سے نہیں زبانی تلقین سے ہوئی تھی۔

جماعت اسلامی اپنے مقصد اور نصب العین کے حصول کے لیے قوت، جذبات اور دہشت گردی کا شارٹ کٹ راستہ اختیار کرنے کے بجائے اعتدال اور میانہ روی کا راستہ اپنا کر معروف جمہوری طریقے سے اسلامی اور تعمیری انقلاب لانے پر یقین رکھتی ہے۔ جماعت اسلامی کی سیاست مخالفت برائے مخالفت کی نہیں بلکہ مخالفت برائے تعمیر و تحفظِ انسانیت ہے، جس کے نتیجے میں معاشرے میں مثبت رجحانات کی حوصلہ افزائی اور منفی رجحانات کی حوصلہ شکنی ہوئی اور ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ سیاست برائے تعمیر معاشرہ کی شمع زبانی جمع خرچ سے نہیں بلکہ خونِ جگر جلانے سے روشن ہوتی ہے۔ گویا صالح نظام کے قیام کے لیے فاسد قیادت کے خلاف فکری، سیاسی اور حربی میدانوں میں معرکہ آرائی سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ تاہم، اعلاے کلمۃ اللہ اور اقامت دین کی یہ بھاری ذمہ داری صرف اللہ کے وہ سپاہی ہی اُٹھا سکتے ہیں جو راتوں کے تہجد گزار، دن کے شہسوار اور مسلمانوں کی لُغت اور یادداشت سے محوشدہ جہاد کے علَم بردار بنیں۔ یہ کام مذہب کے محدود تصور کے دائرے میں رہ کر بغیر سیاسی کش مکش کے محض وعظ و تبلیغ اور انفرادی اصلاح کی کوششوں سے نہیں ہوسکتا۔

تعجب کا مقام ہے کہ بیسویں صدی کی اسلامی تحریکات کو 'سیاسی اسلام' کا طعنہ دینے کے باوجود اکثر مذہبی قائدین اور روحانی پیشوا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لڑی جانے والی جنگوں، دعوتی خطوط، معاہدوں، وفود، عدالتی فیصلوں، قیدیوں کی رہائی و تبادلہ، بیت المال کے

انتظام و انصرام، مالِ غنیمت کی تقسیم، دیت اور شرعی سزاؤں، نظامِ زکوٰۃ و دیگر تمدنی معاملات کے متعلق احکامات اور واقعات کا ذکر بڑے فخر سے کرتے تھکتے نہیں۔ یہ لوگ اسلام کو سیاست سے دُور رکھنے والے قبیلہ بنوعامر کے سردار بحیرہ بن فراس کی وہ پیش کش یاد کیوں نہیں کرتے جس نے دین اسلام کی دعوت کا روشن مستقبل تاڑتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے تعاون کا سودا کچھ اس طرح سے کرنا چاہا کہ مخالفین پر فتح حاصل کرنے کے بعد اقتدار پر اس کا حق تسلیم کیا جائے مگر حضوؐر نے انکار کر دیا۔ اسی طرح انسانیت کی کشتی کو طوفانی موجوں سے نکالنے کے لیے جو پاکیزہ کردار لوگ آپؐ کے اردگرد جمع ہوگئے تھے، حضوؐر نے انھیں تمدن سے منقطع ہوکر لمبی لمبی تسبیحیں لے کر مساجد، خانقاہوں، جنگلوں اور غاروں میں بیٹھ کر فقیر، درویش، حضرت جی اور صوفی بننے کی نصیحت نہیں کی، بلکہ انھیں لے کر انسانیت کی ہچکولے کھاتی کشتی کو بدی اور ظلم و زیادتی کے خوف ناک بھنور سے نکال کر ساحل مراد تک پہنچایا۔ آپؐ کے رفقا بدی کی طاقت سے بھاگ کر آرام و سکون اور عافیت کی زندگی گزارنے والے بھولے بھالے صوفی اور روحانی پیشوا نہ تھے بلکہ وہ مُصلح، باعمل، بیدار، بے داغ، متحد، بہادر، بے باک، باشعور، خوددار، غیور، معاملہ فہم، فعال، متحرک اور انقلابی ہونے کے ساتھ ساتھ حکمرانی کی صفات اور خصوصیات سے بھی آراستہ تھے۔

جماعت اسلامی محض چند ایک مذہبی عقائد و رسومات کی تبلیغ کرنے والی فرقہ وارانہ اور خاندانی جماعت نہیں، بلکہ یہ دین میں فروعی اختلافات کو غیر ضروری اہمیت اور فرقہ وارانہ تعصب کی ہَوا دینے کے بجاے دورِ حاضر میں دین اسلام کا پیغمبرانہ ماڈل عملاً نافذ کرنے کی خواہش مند ہے۔ تحریک اسلامی اسلام کو کمزوری، غلامی اور خالص روحانی وظیفہ سمجھنے کے بجاے طاقت اور عزت کا منبع اور انقلاب انگیز تحریک سمجھتی ہے اور دنیا کی امامت سے مفسدین کو ہٹانے پر یقین رکھتی ہے۔

اُمت مسلمہ کی ذہنی پراگندگی اور انتشار کے تناظر میں جید علما اور دیارِ غیر کے نام وَر اسکالروں کی آرا کی روشنی میں علمی ذہانت اور دیانت سے سنجیدہ فیصلہ کرنا ہی مناسب ہوگا۔ نام وَر عالم دین مولانا سید سلیمان ندویؒ کے مطابق: ''اللہ تعالیٰ نے اس پُرفتن دور میں جماعت اسلامی کے بانی مولانا مودودیؒ کی شکل میں ہمیں ایسا دماغ فراہم کر دیا ہے جس نے ہمیں اسلام پر مغرب کے حملوں کے جواب سے مستغنی کر دیا ہے''۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی راے میں جدید تعلیم یافتہ نسل پر

ذہنی و عملی طور پر جماعت اسلامی کے بانی مولانا مودودیؒ نے گہرا اور وسیع اثر ڈالا۔ اُنھوں نے اس نسل کی سیکڑوں بے چین روحوں، ذہین اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اسلام کے قریب لانے اور اس کا گرویدہ بنانے اور اُن کے دل و دماغ میں اسلام کا اعتماد و وقار بحال کرنے کی قابلِ قدر خدمت انجام دی ہے۔ دورِ جدید میں مطالعۂ مذاہب کے مشہور اسکالر پروفیسر جان ایل ایسپوزیٹو (John L. Esposito) رقم طراز ہیں: ''عالمِ اسلام میں وہ تصورات کارفرما ہیں جو حسن البنا، سید مودودی اور سید قطب نے اپنی تحریروں میں پیش کیے تھے''۔ ایک اور مغربی اسکالر مارشل جی ایس ہوڈگسن (Marshall G.S. Hodgson) لکھتے ہیں: ''دورِ جدید میں شریعت کے اطلاق کا نظریہ انتہائی ترقی یافتہ شکل میں جس نے پیش کیا وہ بھارت اور پاکستان کی جماعت اسلامی کی تحریک ہے''۔ ایک فرانسیسی دانش ور گیلس کیپل (Gilles Kepel) لکھتے ہیں: ''فکرِ مودودیؒ نے طلبہ، مزدوروں اور اُردو صحافت و ادب کی دنیا میں مارکسزم کو زبردست شکست دی ہے''۔ اسی طرح امریکا کی مینی سوٹا یونی ورسٹی کے ڈاکٹر قیصر فرح کے مطابق: ''پاکستان میں اسلامی بنیاد پر ریاست کی تشکیل کی آواز اگر کسی نے اُٹھائی ہے تو وہ صرف اور صرف مولانا مودودیؒ اور ان کی برپا کردہ تحریک جماعت اسلامی ہے''۔

آیئے! عظمتِ رفتہ کی بحالی، غلبۂ دین، اُمتِ مسلمہ کے فرضِ منصبی اور مشن کی تکمیل کے لیے اپنا کردار ادا کیجیے، اور اس جدوجہد میں جماعت اسلامی کا ساتھ دے کر اپنا فرض ادا کیجیے۔ اس کے نتیجے میں ہی خدا سے پھرے ہوئے لوگوں کو دنیا کی رہنمائی اور فرماں روائی کے منصب سے ہٹایا جاسکے گا اور زمامِ کار مومنین و صالحین کے ہاتھ میں آسکے گی۔ نظامِ زندگی بھی ٹھیک ٹھیک اللہ کی بندگی کے راستے پر چلے گا اور اسلامی انقلاب کی منزل سر ہوگی، ان شاءاللہ!

مضمون نگار سابق ڈی سی او ہیں اور چترال میں مقیم ہیں

بنک کا سود اور تجارت کے لیے سودی قرضے

اسلامی نقطۂ نظر

۱۵ فروری ۱۹۶۰ء کو ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کی طرف سے دو نشستوں میں ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی گئی تھی، جس کا موضوع 'بنک کا سود اور انشورنس اسلامی نقطۂ نظر سے' تھا۔ مسئلے کی دینی و علمی اہمیت کی وجہ سے اس مذاکرے کی مختصر روداد ماہ نامہ چراغ راہ، کراچی، اپریل اور جولائی ۱۹۶۰ء سے پیش ہے۔ (مدیر)

پہلی نشست کے شرکا: پروفیسر میاں شریف، جسٹس ایس اے رحمٰن، مولانا مودودی، غلام احمد پرویز، منظور احسن عباسی، یعقوب شاہ، ڈاکٹر انور اقبال قریشی، مولانا جعفر شاہ پھلواری۔

ادارہ ثقافت اسلامیہ کا وسطی ہال گنجایش کی حد تک بھر چکا تھا اور اب صوفوں کے بعد کرسیاں بھرنے کی باری تھی، حتیٰ کہ بعد میں بعض میزبانوں کو پیچھے کھڑا ہونا پڑا۔ مجلس کی کارروائی کا صحیح وقت چار بجے شام تھا لیکن جسٹس ایس اے رحمٰن اور مولانا مودودی کے انتظار کی وجہ سے کچھ تاخیر ہوگئی تھی۔ قبل اس کے کہ آپ کارروائی کی روداد سنیں، ایک نظر شرکاے مجلس پر بھی ڈال لیجیے۔ درمیانی صوفے پر مولانا مودودی، جسٹس ایس اے رحمٰن اور ادارہ ثقافت اسلامیہ کے ڈائرکٹر پروفیسر شریف (میاں صاحب) رونق افروز ہیں۔ ان کے بائیں طرف کے صوفوں پر پروفیسر منظور احسن عباسی، پھر یعقوب شاہ، ڈاکٹر انور اقبال قریشی اور غلام احمد پرویز ہیں۔ اگلے صوفوں پر ادارے کے بعض ممبران اور دوسرے معزز مہمان ہیں۔ پیچھے کھڑے ہونے والوں میں ادارے کے ایک رفیق مولانا جعفر شاہ پھلواری بھی ہیں۔ دائیں طرف بھی معزز مہمان ہیں جن میں زیادہ تر مقامی کالجوں کے پروفیسر ہیں۔

مجلس کا آغاز کرتے ہوئے میاں محمد شریف صاحب نے بنکنگ اور انشورنس کے سود کی اسلامی نقطۂ نظر سے مختلف وضاحتوں کا خلاصہ پیش کیا، اور اس کے بعد شرکا کو ایک ایک کاپی

اس سوال نامے کی دے دی گئی جس پر مباحثہ ہونا تھا۔ پہلا سوال یہ تھا کہ: آنحضرتؐ کے زمانے میں قرض لین دین کے کیا طریقے رائج تھے؟

اس سوال پر پروفیسر منظور احسن عباسی نے ایک بہت مختصر لیکن جامع مقالہ پیش کیا، اور دراصل اس موضوع پر مزید بحث اسی مقالے کی روشنی میں شروع ہوئی۔ عباسی صاحب نے اپنے مضمون میں وہی سب کچھ بیان کیا تھا جو عام طور سے اس موضوع پر لکھنے والے پیش کرتے رہتے ہیں، لیکن جسٹس ایس اے رحمٰن اور یعقوب شاہ صاحب نے اس کو مدلّل تسلیم نہیں کیا۔

سوال یہ تھا کہ موطا امام مالک میں قرض لین دین کی جن صورتوں کا ذکر ہے، ان سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس زمانے میں تجارتی مقاصد کے لیے بھی قرض لیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی تاریخ کی کسی کتاب میں ایسی کوئی مثال سامنے نہیں آتی جس کے پیش نظر یہ دعویٰ کیا جاسکے کہ حضورؐ کے زمانے میں بھی تجارتی مقاصد کے لیے قرض لیا جاتا تھا اور اس پر سود وصول کیا جاتا تھا۔ اس نکتے پر سب سے زیادہ زور سابق آڈیٹر جنرل یعقوب شاہ صاحب دے رہے تھے۔ انھوں نے اس موضوع پر ایک کتابچہ بھی قلم بند فرمایا ہے۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ: جس 'ربٰو' جاہلیّت کو قرآن میں ممنوع اور حدیث میں مطعون ٹھیرایا گیا ہے وہ عرب کا رائج الوقت 'ربٰو' تھا اور اس زمانے میں دنیا میں کہیں پر بھی نہ تجارتی قرضے لینے اور نہ ان پر سود کا سوال تھا۔ تجارت کے لیے قرض لین دین پر سود بعد کا رواج ہے اور مدت میں اختلاف کی وجہ سے اس سود کو حرام قرار دینا حکمت اور مصلحت کے منافی ہے''۔

حقیقت یہ ہے کہ پوری کارروائی دیکھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس مجلس مباحثہ میں تجارتی سود کے جواز میں استدلال کرنے والوں میں یعقوب شاہ صاحب اور اس کے خلاف راے رکھنے والوں میں مولانا مودودی اپنی اپنی ٹیم کے لیڈر تھے۔ چنانچہ ادھر شاہ صاحب اور ان کے ہم مکتب حضرات اس پر زور دے رہے تھے کہ 'تجارتی سود' بہت بعد کی پیداوار ہے۔ ادھر مولانا مودودی ۱۳۰۰ سال سے بھی پیچھے ہٹ کر نینوا اور بابل کی تہذیبوں میں سے آثار پیش کر رہے تھے۔ مولانا نے یہ جواب دیا کہ: ''۱۳سو سال پیچھے تو در کنار تجارتی سود کا وجود تو بابل کے کھنڈرات نے ثابت کر دیا ہے اور بعض کتبوں میں بنک کے حسابات اور قرض لین دین اور ان پر سود کی تفصیلات

تک برآمد ہوئی ہیں''۔ یہ واضح رہے کہ بابل کے جن کھنڈرات کا مولانا مودودی نے حوالہ دیا وہ آج سے کم سے کم تین چار ہزار سال پرانی تہذیب کی یادگار ہیں لیکن مولانا کی یہ دلیل شاہ صاحب کی تسلی کے لیے کافی نہیں تھی۔ آپ اس سے پہلے ولیم جیمز ایشلے (Ashley) کے حوالے سے یہ دلیل پیش کر چکے تھے کہ یورپ میں تجارتی قرضوں کا رواج دسویں صدی کے بعد سے شروع ہوا۔ اب آپ نے بابل کے کھنڈرات کے جواب میں مہابھارت کے اوراق پارینہ پیش کر دیے جن میں بتایا گیا تھا کہ اگر تم سینگوں کی تجارت کے لیے قرض لو گے تو نفع میں سے ۱/۱۶ دینا پڑے گا اور اگر گھر کی تجارت کے لیے لو گے تو ۱/۸۔ اور اس طرح یہ سود نہیں بلکہ مضاربت کی تعریف میں آتا ہے۔

دلائل کی گرما گرمی جاری تھی۔ کمرشل انٹرسٹ کے مصنف مولانا جعفر شاہ اس مباحثے میں حصّہ لینے کے لیے نہایت بے چینی سے موقع ڈھونڈ رہے تھے اور شاید یہی عصبی کش مکش دُور کرنے کے لیے انھیں بار بار اہلِ مجلس کی نظریں بچا کر پان کھائے جانا پڑ رہا تھا۔ اتنی سی دیر میں دوسری گلوری منہ میں رکھ کر ہال میں واپس ہوئے ہی تھے کہ میاں محمد شریف صاحب نے مولانا جعفر سے اظہارِ خیال کا تقاضا کیا، پھر کیا تھا ع تو ذرا چھیڑ تو دے تشنۂ مضراب ہے ساز

مولانا جعفر شاہ نے ایک سانس میں اپنے پورے کتابچے کا خلاصہ سامنے رکھ دیا۔ ان کے سارے دلائل فی الحقیقت یعقوب شاہ صاحب کے دلائل کی تائید میں تھے اور کیوں کہ یعقوب شاہ صاحب کے نقطۂ نظر سے قرآنی حرمت کا انحصار عرب کے رواج پر ہے نہ کہ کہیں اور کے معاشی لین دین سے۔ اس نقطۂ نظر سے مولانا مودودی کو بھی اختلاف تھا اور پروفیسر منظور عباسی، ڈاکٹر انور اقبال قریشی اور دوسروں کو بھی، بلکہ ان لوگوں کا اصرار تو یہ تھا کہ سود کے احکام مطلق ہیں اور ان کو مخصوص عرب کے وقتی رواج کا تابع نہیں کیا جاسکتا۔ ویسے اگر تلاش کیا جائے تو کتابوں میں تجارتی سود یا تجارتی لین دین کے ثبوت فراہم ہو جائیں گے۔ لیکن دوسری طرف یعقوب شاہ اور ان کے ساتھی اس پر مُصر تھے کہ اگر تاریخ، عرب قدیم میں اس رواج کو واضح الفاظ میں ثابت کرتی ہے تو وہ ان احکام کو تجارتی سود پر بھی حاوی سمجھیں گے ورنہ نہیں۔ دراصل سوال نامہ عین وقت پر تقسیم کیا گیا اور جواب دینے والوں کو تیاری کا کوئی موقع نہ مل سکا۔ چنانچہ طے یہ پایا کہ فی الحال اس بحث کو یہیں چھوڑ کر آگے بڑھا جائے۔

اب دوسرا سوال یہ تھا کہ: ''ربٰو کی تعریف کیا ہے؟'' پروفیسر منظور احسن صاحب نے اس کے جواب میں اپنے ایک مقالے کا خلاصہ پیش کیا، جس کا مرکزی خیال یہ تھا کہ 'ربٰو' زیادتی مطلق کو کہتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ آپ نے اپنی تقریر میں 'ربٰوالفضل' اور 'ربٰو النسیہ' کو خلط ملط کردیا۔ جسٹس ایس اے رحمٰن نے اس تعریف کو چیلنج کرتے ہوئے پوچھا کہ جس 'ربٰو' کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے، وہ موجودہ قسم کا تھا یا مخصوص۔ اس پر مولانا مودودی نے 'ربٰو' کی تعریف میں قرآن کی آیات پیش کیں اور بتایا کہ ان آیات (البقرہ ۲:۲۷۸-۲۸۰) کی روشنی میں راس المال سے زائد کو 'ربٰو' قرار دیا گیا ہے۔ وہ آیات یہ ہیں:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ج وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ ج لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ○ وَ اِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرہ ۲:۲۷۸-۲۸۰) اے لوگو جو ایمان لائے ہو، خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمھارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو، اگر واقعی تم ایمان لائے ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمھارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ اب بھی توبہ کرلو (اور سُود چھوڑ دو) تو اپنا اصل سرمایہ لینے کے تم حق دار ہو۔ نہ تم ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ تمھارا قرض دار تنگ دست ہو، تو ہاتھ کھلنے تک اسے مہلت دو، اور جو صدقہ کردو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم سمجھو۔

اس موقع پر غلام احمد پرویز صاحب نے 'ربٰو' کی ایک نئی تعریف پیش کی۔ آپ نے قرآن پاک کی دو مختلف آیتوں کو ملا کر یہ تشریح کی کہ: ''قرآن کی رُو سے انسان محنت کا معاوضہ لے سکتا ہے، سرمایے کا نہیں، کیوں کہ سرمایے کا معاوضہ سود ہے''۔ لیکن پرویز صاحب کی اس جدید 'اسلامی تعریف' پر کسی نے کوئی توجہ نہ کی۔ اور اسی دوران میں مباحثہ اس سوال پر شروع ہوگیا تھا کہ راس المال سے زائد وصول کرنے پر وہ علّت کون سی ہے جو اسے حرام قرار دیتی ہے۔ جعفرشاہ صاحب نے لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ کو عدم جواز کی اور الا ان تراض منکم کو جواز کی علّت قرار دیا۔

لیکن مولانا مودودی نے لَا تَظۡلِمُوۡنَ والی آیت کو علّت کے بجاے معلول ٹھیرایا اور بتایا کہ: ''اب تک کسی مُفسر نے اس کے وہ معنی نہیں لیے جو یہاں لیے جارہے ہیں''۔ اس موقع پر ڈاکٹر انور اقبال قریشی اور جسٹس ایس اے رحمٰن بھی اپنی اپنی دلیلیں اور جوابی دلیلیں پیش کرتے رہے۔ اور آخر بات گھوم پھر کر وہیں آ گئی کہ جس راس المال پر یہ زیادتی وصول کی جاتی تھی، وہ کس مقصد کے لیے قرض لیا جاتا تھا۔ جب اس گفتگو کا کوئی فیصلہ نہ ہوسکا تو تیسرا اور اسی طرح پھر چوتھا سوال زیر بحث آیا لیکن آخر میں یہی طے پایا کہ جب تک 'ربو' کی صحیح صحیح تعریف متعین نہ ہو جائے اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے رواج کا پتا نہ چل جائے، اس مسئلے پر مزید مباحثہ کرنا بے نتیجہ رہے گا۔

اب انشورنس کے مسائل زیر بحث آئے لیکن مودودی صاحب نے یہ اپیل کی: ''چوں کہ انشورنس کا سودی کاروبار سے گہرا تعلق ہے، اس لیے اس کی بحث بھی ملتوی رکھی جائے''۔ آپ نے اس موضوع پر ایک مقالہ پیش کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔

مباحثے کی کارروائی تین ساڑھے تین گھنٹے جاری رہی اور درمیان میں صرف نمازِ مغرب کے لیے کارروائی کو ملتوی کیا گیا۔ غلام احمد پرویز صاحب نے مودودی صاحب کی اقتدا کی، لیکن ثقافتِ اسلامی کے بعض خاص ممبران شریکِ جماعت نہ ہوئے۔ بحیثیت مجموعی یہ مباحثہ کافی حد تک خوش گوار فضا میں ہوتا رہا۔ یہ ہماری قوم کی بدنصیبی ہے کہ ارباب حل وعقد اختلافی مسائل کے تصفیے کے وقت اپنے مقام سے کافی گر جاتے ہیں۔ کہیں معاملہ فقہی موشگافیوں اور جذباتی اختلافات کی نذر ہو جاتا ہے، اور کہیں حد سے زیادہ پارلیمانیت سارے مقصد کا گلا گھونٹ دیتی ہے۔ اس کے برعکس اس مباحثے کا ماحول باوقار اور عالمانہ تھا۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اس میں زیادہ تر حصّہ لینے والے بھی باوقار تھے۔ پھر میاں صاحب نے بھی بڑی حکمت کے ساتھ نظم وضبط قائم رکھنے کی کوشش کی اور سارے وقت تک اسپیکر کے سے فرائض انجام دیتے رہے۔ باقی کارروائی رمضان المبارک کے بعد ہونا طے پائی۔

'بنکاری، سود اور بیمہ اسلامی نقطۂ نظر سے'___ اس موضوع پر دوسری مجلس مذاکرہ ۲۹ اور ۳۰ راپریل کو پھر اسی مقام پر منعقد ہوئی۔ اس مرتبہ ڈاکٹر انور اقبال قریشی نہیں پہنچے تھے اور غلام احمد پرویز صاحب نے شریک نہ ہونا ہی مفید سمجھا تھا۔ البتہ میاں افضل حسین (سابق وائس چانسلر

پنجاب یونی ورسٹی اور ممبر تعلیمی کمیشن)، علامہ علاؤالدین صدیقی، اور مولانا محمد علی مجتہد نئے شرکا میں خاص طور پر قابلِ ذکر تھے۔ موضوع وہی تھا، یعنی پہلا سوال یہ کہ: ''آنحضرتؐ کے زمانے میں تجارتی قرضوں کا اور ان پر سود کا رواج تھا یا نہیں تھا'' ــــــ مولانا مودودی، پروفیسر منظور احسن عباسی، جناب ابوحمزہ شامی اور مولانا محمد جعفر پھلواری نے اس موضوع پر مقالے پڑھے۔

مباحثے کا آغاز مولانا مودودی کے مقالے سے ہوا۔ مولانا نے اپنے مضمون کو تین مباحث میں تقسیم کیا تھا۔ ایک یہ کہ حضوؐر کے زمانے میں اور اس سے قبل عرب اور پاس پڑوس میں ہر قسم کے قرضے لیے اور دیے جاتے تھے، یا صرف صرفیاتی قرضے؟ پھر یہ کہ ان قرضوں پر سود کی وصولی ہوتی تھی یا نہیں؟ اور آخر میں یہ کہ عرب میں اصل سے زیادہ رقم وصول کرنے کے لیے 'ربٰو' کی ہی اصطلاح مستعمل تھی یا کوئی اور؟

پہلے حصّے کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا مودودی نے اس زمانے اور اس سے قبل کے زمانے کا مالی اور تجارتی پس منظر پیش کیا، اور ثابت کیا کہ: ''صرف عرب میں تجارتی قرضوں اور سود کا رواج نہیں تھا، بلکہ عرب کے پڑوس کے ممالک میں بھی آپ نے خاص طور سے یہود اور قریش کی زمانۂ قدیم سے تجارت اور دوسرے ممالک سے ان کے تجارتی تعلقات پر روشنی ڈالی، اور اس پر زور دیا کہ مکہ چونکہ اپنے وسائلِ پیداوار کے لحاظ سے صفر کے برابر تھا، اس لیے اس کو ہر زمانے میں خودکفیل رہنے کے لیے بیک وقت کئی ممالک سے تجارتی وابستگی رکھنا پڑتی تھی۔ قریش اور بنوثقیف وغیرہ نہ صرف اپنی ضروریات کے لیے تجارت کرتے تھے، بلکہ دوسرے قبیلوں میں بھی تھوک فروشی کرتے تھے اور اس کا انحصار قرض پر ہوتا تھا۔ پھر قریش غیرممالک کے مالی اور تجارتی اداروں سے گہرا تعلق رکھتے تھے، اس لیے یہ بھی ناممکن تھا کہ وہ ان ممالک کے رواج سے واقف نہ ہوتے ہوں۔ مثلاً ان لوگوں کے تجارتی تعلقات شام سے تھے اور جہاں پر یہ حال تھا کہ مہاجن تو در کنار مندر بھی بنک کا کام انجام دیتے تھے اور زرعی مقاصد کے لیے سود پر قرض دیا کرتے تھے۔ اسی طرح قدیم زمانے میں ان لوگوں کے بابل سے تعلقات تھے بلکہ بابل تو کافی عرصے تک شمالی عرب پر قابض بھی رہ چکا تھا۔ یہاں یہ حال تھا کہ تجارتی اور غیرتجارتی مقاصد کے سود کی مختلف شرحیں تھیں''۔

مولانا مودودی نے مزید بتایا: ''اسی طرح اسیر، اور یونان سے بھی یہ لوگ تجارت کرتے

تھے۔ اسیر میں صنعتی اور تجارتی مقاصد کے لیے ۲۵ فی صد شرح سود رائج تھی اور یونان میں ۱۲ سے ۳۰ فی صد تک تجارتی سود وصول کیا جاتا تھا، بلکہ یہاں تو ۵ ویں صدی عیسوی ہی میں باقاعدہ بنک قائم ہو چکے تھے۔ یونان اور شام کے ساہوکاروں کا یہ حال تھا کہ انھوں نے پہلی صدی ہی میں روم کے ہر ہر حصے میں بنک قائم کر دیے تھے اور آگسٹن نے ۴ سے ۱۰ فی صد تک شرحِ سود مقرر کر دی تھی'۔

مولانا مودودی نے عرب کے یہودیوں کی ایک مثال پیش کرتے ہوئے بتایا کہ انھوں نے ۲ لاکھ درہم سود پر قرض دیا تھا۔ ان میں مولانا نے سب سے زیادہ زور قیصرِ روم کے قرض پر دیا۔ قیصرِ روم نے ٹھیک حضورؐ کے زمانے میں ایران سے جنگ کرنے کے لیے کلیسا سے بھاری قرض لیا تھا۔ اس پر سود کی رقم بھی ادا کی تھی۔ مولانا نے استدلال کیا کہ: ''اس لڑائی سے عربوں کی دل چسپی کا یہ عالم تھا کہ قریش میں روم کی فتح و شکست کے معاملے میں شرطیں لگائی گئی تھیں اور ان میں کا ہر ہر شخص جنگ کے مختلف مرحلوں سے پوری دل چسپی رکھتا تھا، حتیٰ کہ اس جنگ کے متعلق قرآن میں پیش گوئی نازل ہو چکی تھی: غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ ھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِہِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝ (الروم ۳۰:۲-۳) ''رومی قریب کی سرزمین میں مغلوب ہو گئے ہیں، اور اپنی اس مغلوبیت کے بعد چند سال کے اندر وہ غالب ہو جائیں گے''۔ آخر کیسے ممکن تھا کہ عربوں کی اور خود حضورؐ کی تجارتی سلسلے میں آئے دن کی آمد و رفت رہتی ہو، حتیٰ کہ اس ملک کی جنگ اور صلح سے بھی گہری دل چسپی ہو، لیکن انھیں یہ نہ معلوم ہو کہ یہاں صرفیاتی قرضوں کے علاوہ بھی قرضوں کا رواج ہے اور ان پر سود لیا اور دیا جاتا ہے اور یہ کہ اس جنگ کے لیے قیصرِ روم نے سودی قرض لیا ہے۔ ان حقائق سے انکار ایک ایسا طرزِ فکر ہے جس کو عقلِ سلیم تسلیم نہیں کر سکتی''۔

مضمون کے تیسرے حصے میں مولانا مودودی نے تفاسیر کے حوالے سے 'ربٰو' کی حیثیت پر روشنی ڈالی۔ پھر بعض احادیث پیش کیں، جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا تھا کہ حضورؐ تجارتی مقاصد کے لیے قرض کے تخیل سے آشنا تھے۔ یہ حدیث بخاری نے متعدد موضوعات کے تحت پیش کی ہے اور نسائی نے بھی اس کو اپنی سنن میں داخل کیا ہے۔ اس حدیث میں ایک بنی اسرائیلی کا قرض لے کر تجارت کے لیے سمندر پار جانا اور پھر اس کی خوش معاملگی پر اس کی نیت اور اس کے مال میں برکت ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ اسی طرح حضورؐ کے دور میں غیر صرفیاتی قرضوں کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت

ہوسکتا ہے کہ خود حضوؐر نے عبداللہ بن ربیعہ سے جنگِ حنین کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ۴۰ ہزار درہم کا قرض لیا تھا''۔(مکمل مقالے کے لیے دیکھیے: سود از مولانا مودودی، ص ۱۹۸-۲۲۷)

مولانا مودودی کا مقالہ کافی مدلّل اور مسکت تھا لیکن بعد کے دو مزید مقالوں نے جو دراصل اسی دعوے کی تائید میں تھے، بحیثیت مجموعی ایک ایسا تاثر پیدا کیا جس کے بعد مخالفین کے لیے حجت کی گنجایش تو نکل سکتی تھی، دلیل کی نہیں۔

پروفیسر منظور احسن عباسی صاحب السنۂ قدیمہ سے شغف رکھتے ہیں اور پرانی دستاویزیں پڑھنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ آپ نے رازی کے حوالے سے یہ ثابت کیا کہ: ''اس زمانے میں اجتماعی قرضے عام تھے جو بین القبائل نوعیت کے ہوتے تھے۔ بعض اوقات چند ساہوکار مل کر بڑے بڑے قرضے دیتے اور ان پر سود وصول کرتے تھے، جیسے بنومغیرہ اور بنوعباس کی شراکت۔ اسی طرح بنوثقیف اور بنوقریش۔ واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے میں عرب میں تجارتی قافلے افراد سے زیادہ پورے قبیلے کے نمایندہ ہوتے تھے، اور ان میں قبیلے کے ہر ہر فرد کا حصہ ہوتا تھا۔ قافلے کو روکنے کے معنی ناکہ بندی کر کے ایک پورے شہر کی مالیات کو متاثر کرنا اور انھیں ان کی شرارت کا مزا چکھانا ہوتا تھا۔ عرب میں حکومتیں نہیں تھیں، خودمختار قبیلے ہی اسٹیٹ تھے اور قبیلے کی تجارتی ناکہ بندی بالکل وہی معنی رکھتی تھی جو آج کے دور میں نہرسوئز سے گزرنے میں اسرائیل کے جہازوں پر پابندی رکھتی ہے۔

جناب ابوحمزہ شامی نے اپنے مقالے میں حضوؐر کے زمانے کی مثالوں کے بجاے حضوؐر کے فوراً بعد کے زمانے میں تجارتی قرضوں کی شمولیت کی کئی مثالیں پیش کیں، اور بتایا کہ تجارت کے مختلف طریقے، مالیات کی ترقی یافتہ تکنیک، بنکاری کا اعلیٰ نظام، یہ سب چیزیں دراصل پہلی اور دوسری صدی ہجری ہی میں تشکیل پا چکی تھیں، لیکن اس زمانے کے ائمہ اور فقہا کا متفقہ فیصلہ تھا کہ سود جہاں بھی ہو، حرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک یہ ادارے مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے سود سے پاک رہے۔ مثالوں میں موطا امام مالک کی مشہور مثال جسے اکثر مضاربت کے جواز میں بھی نقل کیا جاتا ہے، کافی زیر بحث رہی۔ اس کے علاوہ آپ نے مختلف واقعات چھوڑ کر یہ تھیوری بھی قائم کی کہ زبیر بن عوام کے پاس حضرت عثمان، عبداللہ بن مسعود اور عبدالرحمٰن بن عوف اپنی ودیعات [جمع شدہ پونجی] جمع کرایا کرتے تھے۔ اس طرح خود زبیر بن عوام ایک چلتے پھرتے

بنک تھے، جہاں سودی کاروبار حرام تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رحلت کے وقت آپ کے پاس ۲۲ لاکھ درہم موجود تھے۔ امام ابوحنیفہ کا واقعہ اس سے زیادہ اہم ہے۔ ان کے پاس قرض اور امانتوں کی قم کی مجموعی مقدار ۵ کروڑ درہم سے زیادہ تھی۔ امام اعظم ایک طرف تو قرض امانتیں رکھتے تھے اور دوسری طرف یہی رقم دوسروں کو کاروبار کے لیے بطور قرض دے دیتے تھے، لیکن سود کو آپ بھی حرام قرار دیتے تھے۔ اسی طرح ابوحمزہ شامی صاحب نے ہند بنت عتبہ کی مثال بھی پیش کی تھی، جس نے حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیت المال سے تجارت کے لیے ۴ ہزار درہم قرض لیے تھے۔ ہند بن عتبہ کی روایت مولانا محمد علی مجتہد کے نزدیک احادمیں سے تھی، لیکن مولانا مودودی اس کو بطور ثبوت کے تسلیم کرنے پر زور دے رہے تھے۔ یہ واقعہ حضورؐ کے وصال کے صرف ۱۳ سال بعد کا نقل کیا جاتا ہے۔

ابوحمزہ شامی صاحب کی پیش کی ہوئی مثالوں میں سب سے زیادہ معرض بحث موطا کی مشہور روایت آئی، جس میں عراق کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کے دونوں صاحبزادوں کو کچھ سرکاری رقم مرکزی بیت المال میں پہنچانے کے لیے دی تھی۔ اس پر شامی صاحب کا استدلال تھا کہ یہ رقم امانت کے بجاے بطورِ قرض دی گئی تھی، تاکہ مرکز میں بحفاظت پہنچ سکے۔ اس رقم سے ان دونوں نے کاروبار کرڈالا اور نفع اپنی جیب میں رکھ کر اصل رقم بیت المال میں داخل کردی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے محض اقربا نوازی کے امکان کو ختم کرنے کے لیے ایک نظیر قائم کرنی چاہی اور منافع کا مطالبہ بھی کردیا۔ بالآخر ثالثوں نے بیچ میں پڑ کر نصف منافع ان دونوں کو دلایا اور نصف بیت المال میں۔ اس مثال پر یعقوب شاہ صاحب سود کے جواز میں استدلال کررہے تھے اور مودودی صاحب، شامی صاحب اور عباسی صاحب سود کی حُرمت پر۔ کافی بحث وتمحیص کے بعد تمام حضرات اس پر متفق ہوئے کہ یہاں تقسیم منافع کسی اصول، حکم یا قانون کے تحت وصول نہیں کیا گیا ہے، بلکہ مضاربت کو قانونی شکل دے دی گئی ہے۔

شامی صاحب نے جہاں اپنے مقالے کو واضح مثالوں اور ٹھوس دلیلوں سے سجایا تھا، وہیں یہ بات کھٹکتی تھی کہ اس کے آغاز میں انھوں نے اپنے شدید غم و غصّے کا اظہار کیا اور ایک تہائی حصّے میں اپنے میزبانوں (یعنی ادارہ ثقافت اسلامیہ) کا اچھی طرح 'پول کھولا' اور 'متجددین' کو خوب آڑے ہاتھوں لیا اور پھر موضوع پر کچھ دلیلیں پیش کر کے الگ ہوگئے۔

ابوحمزہ شامی صاحب کا کہنا یہ تھا کہ تم لوگ ہر بے دینی کو دین قرار دینے اور ہر حرام کو حلال ٹھیرانے کے لیے سرتوڑ کوشش کرتے ہو۔ اب تجارتی سود جیسے بڑے حرام کو حلال کرنا چاہتے ہو، اس کے بعد 'تجارتی زنا' کو جائز قرار دو گے لیکن اللہ نے چاہا تو ہم تمھاری ایک نہ چلنے دیں گے اور ڈھول کا سارا پول کھول کر رکھ دیں گے۔ حلال کرنا ہے تو سرکاری روپیہ حلال کرو، محرمات نہیں۔ شامی صاحب کے اس تبصرے سے ادارہ ثقافت کے ممبروں پر جو گزری ہوگی اس کو وہی جانتے ہیں۔ لیکن اس تمہید سے بعض دوسرے سنجیدہ حضرات کی طبیعت بھی مکدر ہوگئی تھی اور جسٹس ایس اے رحمٰن نے اس طرف توجہ بھی دلائی۔ کہیں کہیں عباسی صاحب نے بھی نوکِ قلم تیز کر دی تھی، لیکن بس چھینٹوں کی حد تک۔

تبصروں اور بحث و تمحیص سے پہلے مولانا جعفر پھلواری نے بھی ایک مختصر سا مقالہ پڑھا۔ مولانا پھلواری کے مقالے نے اول الذکر تینوں مقالوں سے ہٹ کر ایک بالکل نیا ہی نکتہ اُٹھایا، لیکن کسی نے اس طرف توجہ نہ دی اور نہ اسے موضوع بحث بنایا گیا۔ آپ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ: ''حضوؐر کے زمانے میں تجارتی قرضوں کا رواج ہو یا نہ ہو، بہرحال اس زمانے کے پیچیدہ حالات میں اس زمانے کے لحاظ سے فرق ہے۔ پہلے سود کی اسپرٹ جبر و ظلم تھی اور اب باقاعدہ ایجاب و قبول کے بعد سود لیا جاتا ہے۔ قرض لینے والا ایک سے دس پیدا کرتا ہے اور بخوبی سود ادا کرتا ہے۔ احکامِ سود کی علّت میں اس اختلاف کی بنا پر موجودہ بنکاری پر سود کے احکام کا انطباق نہیں ہوسکتا۔

مولانا جعفر کی بات اگر اتنی ہی مبہم اور مختصر رہے تو بظاہر بڑی دل لگتی معلوم ہوتی ہے۔ زید ایک لاکھ قرض لیتا ہے اور اس سے ۱۰ لاکھ کماتا ہے۔ آخر ۵ ہزار روپے سود کے ادا کر دینے سے اس پر کون سا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ بات اتنی سادہ اور مختصر نہیں ہے۔ اس نقطۂ نظر سے دراصل تجارتی سود ذاتی ضروریات کے قرض پر سود سے زیادہ ظالمانہ اور خطرناک ہے، کیونکہ اس میں سود کا اثر صرف ایک شخص کی ذات پر پڑتا ہے لیکن اس تجارتی سود کا سارا اثر قوم پر پڑتا ہے، کیونکہ سودی قرض لینے والا سود کی ساری رقم قیمت فروخت میں لگا دیتا ہے۔ اس طرح گویا سود کی رقم ادا تو صارفین کرتے ہیں لیکن قرض کا فائدہ قرض خواہ اور سود کا فائدہ سود خور حاصل کرتا ہے۔ بات موٹی سی ضرور ہے لیکن اتنی موٹی بھی نہیں ہے کہ 'باریک عقل' کا 'پردہ' بن جائے۔

بات کچھ عجیب سی تھی لیکن تھی حضوؐر کے زمانے میں تجارتی قرضوں کے رواج کے فقدان

کے دعوے میں، سب سے زیادہ پیش پیش محترم یعقوب شاہ صاحب تھے۔ لیکن آج کی مجلس میں وہ اس وقت افتاں وخیزاں پہنچے، جب شامی صاحب اپنا مقالہ ختم کرنے والے تھے۔ پھر بھی شاہ صاحب نے میدان میں اُترتے ہی 'فری اسٹائل' دلائل شروع کر دیے اور آخر مجبُور ہوکر مولانا مودودی کو اپنے مقالے کا کچھ حصّہ دوبارہ پڑھنا پڑا۔ شاہ صاحب کو حیرت بار بار اس بات پر ہو رہی تھی کہ ولیم جیمز ایشلے نے تو یہ لکھا ہے کہ یورپ میں دسویں صدی عیسوی تک تجارتی قرضوں کا رواج نہ تھا، آخر یہ عرب میں کیسے رائج ہوگیا؟ اس طرزِفکر کا اگر نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو بڑے خطرناک نتائج حاصل ہوں گے۔ پھر دل چسپ بات یہ کہ خود شاہ صاحب نے 'ایشلے' کی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا، بلکہ اس کا اقتباس ڈاکٹر انور اقبال قریشی صاحب کی کتاب سود میں ملاحظہ فرمایا ہے، اور اب اس کو ایک الہامی دعویٰ سمجھتے ہیں، حالانکہ اگر یورپ کی معاشی تاریخ کا غائر مطالعہ فرماتے تو خود ڈاکٹر صاحب کو یہ اقتباس نکالنے پر مجبُور کرتے۔ ہمارا مشورہ ہے کہ وہ حضرات جو تجارتی قرضوں کے وجود ہی سے لاعلمی کا اظہار فرماتے ہیں۔ پہلے پرنسپلز آف پولیٹیکل اکانومی کا مطالعہ فرمائیں، پھر ۵ ہزار سالہ تجارتی، مالی اور معاشی تاریخ کا اور بعد میں خود ٹھنڈے دل سے رائے قائم کریں۔ اگر یہ حضرات صرف قرآن کا غائر مطالعہ کریں تو انھیں معلوم ہو جائے کہ لین دین میں بے ایمانی ثمود کا اور سودخواری قومِ یہود کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔

اس مباحثے میں ایک اور دل چسپ نکتہ سامنے آیا اور وہ قانونی 'ربٰو' اور معنوی 'ربٰو' میں امتیاز کا تھا۔ مولانا مودودی نے بتایا کہ لین دین کے بعض معاملات میں کھلم کھلا سود کا عنصر پایا جاتا ہے، جیسے علانیہ طور پر نقد کے مقابلے میں قرض فروخت کی قیمت میں اضافہ۔ لیکن بعض معاملات میں صرف نیت اور روح کی حد تک سود کا عنصر ہوتا ہے، جیسے گاہک سے واقفیت کی بنیاد پر قرض فروخت کی قیمت بغیر کسی سوال جواب یا بغیر ادایگی کی شرط معلوم کیے بڑھا دی جائے۔

یہ کارروائی تقریباً تین گھنٹے جاری رہی۔ مولانا محمد علی مجتہد پہلی مرتبہ تشریف لائے تھے اور آج صرف کارروائی سنتے رہے، البتہ کبھی کبھی مولانا مودودی پر چھینٹ اُڑا دیتے تھے۔ آج کے مقالے جتنے علمی اور مدلّل تھے، مباحثہ اتنا علمی اور مدلّل نہیں ہوا۔ حالانکہ اس مجلس میں شرکت کرنے والے سب کے سب سنجیدہ، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور معزز حضرات تھے۔

ضرورت امام وخطیب

اسلامک کلچرل سنٹر ناروے

ہم آپ کو یورپ میں بہترین ماحول کے اندر دعوت کا کام کرنے کا بھرپور موقع فراہم کریں گے۔

تعلیمی قابلیت

شہادت العالمیہ، آٹھ سالہ کورس اور زبان پر دسترس بالترتیب انگلش، عربی، اردو

دیگر مطلوبہ کاغذات/اسناد

- ایک مکمل CV (جس میں تعلیمی قابلیت اور کام کرنے کے تجربے کے ساتھ ساتھ جماعت اسلامی اور دیگر برادر تنظیموں میں کام کرنے کا تجربہ بھی تفصیلاً تحریر کیا جائے)
- ایک عدد تصویر (3 ماہ سے زیادہ پرانی نہ ہو)
- تمام دیگر سرٹیفکیٹ اور اسناد
- ماسٹر ڈگری جو پاکستان کے تعلیمی بورڈ سے باقاعدہ منظور شدہ ہو (ماسٹر ڈگری کے بغیر ساتھی درخواست نہ بھیجیں۔ شکریہ)
- کوئی ایسی تحریر یا مضمون جو کسی اخبار، رسالے میں چھپا ہو (انگلش، اردو، عربی)
- کسی مکالمے، تقریر کی ویڈیو جو انٹرنیٹ (Youtube) پر موجود ہو اُس کا لنک

درخواست کی تاریخ

درخواست جمع کروانے کی آخری تاریخ 15 مئی 2012ء

مزید معلومات کے لئے رابطہ کریں

سید رضوان احمد ☎ 0047 4723 3650

www.islamic.no ✉ rizwan@islamic.no

انٹرنیٹ کی دنیا: خطرناک رجحانات

سید وقاص جعفری/ عامر شہزاد

انٹرنیٹ کی دنیا میں سب سے زیادہ استعمال کیے جانے والے سرچ انجن گوگل کی فحش مواد (pornography) کی سرچ کے حوالے سے پاکستان کے دنیا میں سرفہرست ہونے کے چرچے اس وقت مغربی میڈیا کے ساتھ ساتھ پاکستانی میڈیا میں بھی کیے جارہے ہیں۔ یہ رپورٹ گذشتہ سال، یعنی ۲۰۱۱ء کے اعداد وشمار کی بنیاد پر ترتیب دی گئی ہے لیکن کوئی بھی شخص گوگل ٹرینڈز (Google Trends) کے ذریعے کسی بھی سال اور کسی بھی خاص علاقے کے حوالے سے کسی بھی لفظ کی سرچ کا ڈیٹا دیکھ سکتا ہے۔ اس سے پہلے بھی اس وقت میڈیا نے واویلا کیا تھا جب جولائی ۲۰۱۰ء میں متعصب مغربی خبررساں ادارے فاکس نیوز کی طرف سے گوگل کے اس ڈیٹا کی بنیاد پر پاکستان کے فحش مواد تک رسائی میں سرفہرست ہونے کی خبر سامنے آئی تھی۔ بعد ازاں گوگل کے ترجمان نے اسی ماہ یہ کہہ کر اس کی تردید بھی کردی تھی کہ اس طرح کی کوئی بھی رپورٹ اغلاط سے مبرا نہیں ہوسکتی۔ فاکس نیوز نے اس رپورٹ کی بنیاد پر اپنی خبر کی شہ سرخی میں پاکستان کو پورنستان (Pornistan) قرار دیا تھا لیکن گوگل کے ترجمان تھیریسے لم (Therese Lim) نے وضاحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایسا کرنا ایک بہت محدود نمونے (sample) کو بہت بڑے پیمانے پر عموم دینے (generalize) کے مترادف ہے۔

گوگل کی حالیہ رپورٹ پر بھی کئی اعتراضات کیے جاسکتے ہیں، بلکہ قارئین خود گوگل ٹرینڈز کے ذریعے ہمارے ان اعتراضات کا ثبوت حاصل کرسکتے ہیں جو ہم ذیل میں پیش کررہے ہیں:

۱- کئی فحش الفاظ، یا ایسے الفاظ جو فحش مواد تک رسائی کے لیے استعمال ہوسکتے ہیں، کی

سرچ (تلاش) میں اگرچہ پاکستان سرفہرست ہے، تاہم کئی اور ممالک ایسی اصطلاحات کی تلاش میں پاکستان سے بہت آگے ہیں۔ ان میں ویتنام، فلپائن، جنوبی افریقہ، برطانیہ، نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا شامل ہیں۔ یہ وہی ممالک ہیں جنھوں نے انفرادیت، شخصی آزادی، تفریح اور لائف سٹائل کے خوب صورت عنوانوں سے یہ انسانیت سوز 'تحائف' دنیا کو دیے ہیں۔ یہ اعداد و شمار شہروں کے حوالے سے بھی دیکھے جاسکتے ہیں جن میں دہلی، بنگلور، چنائی، ممبئی، سڈنی، میلبورن، ہنوئی، لاس اینجلس اور ڈیلاس سرفہرست ہیں۔

۲- یہ تمام ڈیٹا گوگل کے ذریعے فحش مواد کی تلاش میں فی کس تلاشوں (Per person searches) پر مشتمل ہے۔ اس حوالے سے ایک اعتراض یہ ہے کہ اگرچہ گوگل فی الواقع اس وقت دنیا کا سب سے بڑا سرچ انجن ہے لیکن اس کے علاوہ بھی کئی ایک سرچ انجن ہیں جن کے ذریعے انٹرنیٹ پر تلاش کی جاتی ہے۔ پاکستان میں گوگل کے ذریعے زیادہ سرچ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہاں دیگر سرچ انجن زیادہ معروف نہیں۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی ویب سائٹ کا براہِ راست نام نہ جاننے والے ہی سرچ انجنوں میں الفاظ کے ذریعے تلاش کرتے ہیں۔ جن لوگوں کو براہ راست ویب سائٹس کا تعارف ہو، وہ اس کا ایڈریس درج کر کے براہ راست اس تک پہنچ جاتے ہیں۔

۳- دنیا کی چھٹی سب سے بڑی آبادی ہونے کے ناطے سبھی دائروں اور شعبوں میں پاکستان کے صارفین واستعمال کنندگان کا زیادہ ہونا ایک بدیہی امر ہے۔

۴- گوگل ہی کی رپورٹ کی مطابق بہت سے دیگر مثبت الفاظ بھی ہیں جن میں پاکستان سرفہرست یا دوسرے تیسرے نمبر پر آتا ہے۔ مثلاً لفظ 'Muhammad (PBUH)'، 'اسلام'، 'اللہ' اور 'قرآن'، 'ایجوکیشن'، ریسرچ، جابز کے الفاظ کو گوگل ٹرینڈز پر دیکھیے۔ اس بات کو مغربی میڈیا اور اس کی پیروی میں پاکستانی میڈیا دونوں گول کر دیتے ہیں۔

گوگل کی رپورٹ پر اعتراضات اپنی جگہ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ پاکستان میں گذشتہ عشرے میں نہ صرف انٹرنیٹ کے ذریعے فحش مواد تک رسائی کے رجحان میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے بلکہ ہر قسم کے فحش مواد تک ہر عمر کے افراد کی رسائی میں بھی خطرناک حد تک اضافہ دیکھنے میں

آیا ہے۔ پاکستان میں ایک اندازے کے مطابق ۱۵ سے ۲۰ ملین لوگوں کی انٹرنیٹ تک رسائی ہے۔ بازاروں میں ہرطرح کی سی ڈیز، ڈی وی ڈیز بلا قید عمر فروخت کی جارہی ہیں۔ موبائل کے ذریعے نوجوان بچے اور بچیاں اس مصیبت میں دھڑا دھڑ گرفتار ہورہے ہیں اور کیبل پر دکھائے جانے والے نیوز اور تفریحی چینل بلاتفریق ہر ناظر کو اشتعال انگیز مناظر دکھا رہے ہیں۔ ڈراموں، فلموں یہاں تک کہ اشتہارات تک میں عریانیت اور فحاشی معمول بنتی جارہی ہے۔ مخلوط تعلیمی ادارے اور ان میں بلا روک ٹوک نوجوان طلبہ و طالبات کے مخلوط کلچرل شو جلتی پر تیل چھڑک رہے ہیں۔ سڑکوں پر لگے بل بورڈز ایک خاص کلچر کی نمایندگی کرتے نظر آتے ہیں۔ رہی سہی کسر سوشل میڈیا نے پوری کردی ہے جو ویب سائٹس کے ساتھ ساتھ ہر اچھے موبائل پر دستیاب ہے اور جس کے ذریعے ہر رطب و یابس کو پلک جھپکتے شیئر کیا جاسکتا ہے۔ اس سیلاب بلا کو روکنا جن کی ذمہ داری تھی، وہ خود اس میں پھنسے ہیں۔ عوام ہیں کہ انھیں یہ احساس تک نہیں ہورہا کہ ہماری آیندہ نسلوں کے ساتھ کیا ہونے جارہا ہے۔

جہاں تک انٹرنیٹ پر فحش ویب سائٹس کا معاملہ ہے، ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق Pakistan Telecommunication Authority (پی ٹی اے) نے ۱۳ ہزار ایسی ویب سائٹس کو بلاک کردیا ہے، جو بظاہر خوش آیند ہے کہ ان ذمہ داروں کو کچھ تو احساس ہوا ہے۔ لیکن جب اس کا موازنہ انٹرنیٹ پر موجود ایسی فحش ویب سائٹس سے کیا جاتا ہے جو اس وقت موجود ہیں یا روزانہ کی بنیاد پر ان میں ہزاروں کا اضافہ ہورہا ہے تو اس رکاوٹ کی وقعت بہت کم رہ جاتی ہے۔ نیز پی ٹی اے کے اس فیصلے کا اعلان کرتے ہوئے پارلیمانی سیکرٹری براے انفارمیشن ٹکنالوجی نواب لیاقت علی خان نے یہ بھی اعتراف کیا کہ حکومت پاکستان کے پاس ان ویب سائٹس کو روکنے کا کوئی فول پروف مکینزم موجود نہیں ہے۔ دوسری طرف یہ معاملہ انٹرنیٹ سروس دینے والی مقامی کمپنیوں (ISPs) کے کاروبار سے بھی جڑا ہے۔ ایک ایسی ہی کمپنی کے افسر نے بتایا کہ اس وقت گھروں میں لگے ان کے کنکشنوں پر ۳۰ سے ۴۰ فی صد افراد فحش مواد تک رسائی چاہتے ہیں۔ اگر وہ ان ویب سائٹس کو بلاک کرتے ہیں تو ان کے کاروبار کو نقصان ہوسکتا ہے۔ گویا سرمایہ داری نظام کی سوچ کے عین مطابق حکومت کا کاروبار چونکہ ISPs کے ساتھ وابستہ ہے اور ان کا کاروبار اس قسم

کے مواد کی ترویج یا کم از کم اجازت کے ساتھ، لہٰذا اعلانات سے آگے بڑھ کر کوئی بھی عملی اقدامات کرنے کو تیار نہیں۔

الیکٹرانک میڈیا پر کسی بھی قسم کی غیر اخلاقی سرگرمیوں یا مواد کی نشرواشاعت کو پیمرا (PEMRA) روکنے کی مجاز ہے۔ اس کے قوانین میں موجود ہے کہ کسی بھی ایسے نشریاتی ادارے یا کمپنی کا لائسنس منسوخ کیا جاسکتا ہے اگر وہ کسی بھی قسم کی فحش نگاری میں مبتلا پایا جائے:

The licensee shall not broadcast , transmit, retransmit or relay the ponographic or obscene contents of any type.

(پیمرا قوانین، پروگراموں کے عمومی معیار، دفعہ ۶)

اسی طرح کیبل پر نشر ہونے والے مواد کے لیے بھی قوانین موجود ہیں۔ سوال محض ان پر عمل درآمد کا ہے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ایسا نہیں ہو رہا۔ ہمارا مذہب، ہماری ثقافت اور ہمارا کلچر کوئی بھی اس سب کی اجازت نہیں دیتا مگر اس کے باوجود ہم سب خاموش ہیں۔ لیکن معاملہ محض مذہب کا نہیں ہے، دنیا کے ایسے ممالک جو خود کو سیکولر کہتے ہیں، اس قسم کے مواد اور ویب سائٹ کو روکنے اور بنیادی انسانی اخلاقیات کی حفاظت کے لیے اقدامات کر رہے ہیں۔ مغرب میں باشعور طبقات سرکاری ٹیلی وژن (جس میں عموماً کارٹون، موویز، اشتہارات دکھائے جاتے ہیں) کو بے ہودہ ڈبے (Idiot Box) سے موسوم کرتے ہیں جس سے بچوں کو دور رکھنے کی بات شدومد سے کی جارہی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں یہ اقدامات دیکھنے میں نہیں آرہے۔ کچھ عرصہ پہلے انٹرنیٹ پر آنے والی ایک خبر کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ پی ٹی اے نے ان چینی کمپنیوں سے رابطہ کیا ہے جو چین اور سعودی عرب کو پورن بلاکنگ سروسز فراہم کر رہی ہیں۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ حکومت کی جانب سے پی ٹی اے کو اس مقصد کے لیے فنڈز فراہم نہیں کیے گئے اور معاملہ بات چیت سے آگے نہیں بڑھ سکا۔

چین کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں چینی نظریات کے خلاف ویب سائٹس کے ساتھ ساتھ فحش ویب سائٹ کی ایک بہت بڑی تعداد کو بلاک کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے سخت قوانین بھی موجود ہیں بالخصوص Child Online Protection Act (1998) جو تمام کمرشل ویب سائٹس تک سے یہ کہتا ہے کہ وہ کم عمر نوجوانوں اور بچوں سے ایسی تمام اشیا اور معلومات کو دُور رکھیں

جوان کے لیے کسی بھی لحاظ سے نقصان دہ ہیں۔ ان میں فحاشی پر مبنی مواد بھی شامل ہے۔ اسی طرح فیس بک اور سوشل میڈیا پر بھی پابندی ہے۔ ملائشیا میں فحش مواد کے متعلّق سخت قانون موجود ہے اور اس قسم کے مواد کو دیکھنے، رکھنے یا پیش کرنے پر چار سال تک کی قید دی جاسکتی ہے۔ ۲۰۰۵ء میں یہ قانون بننے کے بعد سے اب تک سیکڑوں افراد کو یہ سزائیں اور بھاری جرمانے بھگتنے بھی پڑے ہیں۔ سعودی عرب میں فحش نگاری کے خلاف انتہائی سخت قوانین موجود ہیں اور ان پر عمل درآمد بھی کیا جاتا ہے۔

اس حوالے سے ہمارے سیکولر ہمسایہ ملک ہندستان نے خاصے اقدامات کیے ہیں۔ واضح رہے کہ پوری دنیا میں چین اور امریکا کے بعد ہندستان انٹرنیٹ صارفین کی تعداد کے لحاظ سے دنیا کا تیسرا بڑا ملک ہے۔ ابھی حال ہی میں ہندستان کے چیف جسٹس نے ملک میں تمام فحش ویب سائٹس کو بند کرنے کے احکامات جاری کیے ہیں۔ ہندستانی پینل کوڈ کا سیکشن ۲۹۲ ملک میں ہر قسم کی فحش کتب کی خرید و فروخت، فحش نگاری اور فحش معلومات کے تبادلے پر پابندی عائد کرتا ہے، اور ان جرائم میں ملوث ہونے والے افراد کو دو سال تک کی قید اور بھاری جرمانے کا سزاوار سمجھتا ہے۔

عریانیت یا فحش پھیلانے والی ویب سائٹس کے علاوہ سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹس کا بے محابا اور بے لگام استعمال بھی ہمارے ہاں ایک سنگین مسئلے کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ انٹرنیٹ صارفین بخوبی جانتے ہوں گے کہ فحش مواد کو پھیلانے کے عمل میں فحش ویب سائٹس کے علاوہ سوشل میڈیا کا بھی بہت زیادہ دخل ہے۔ ہمارے ہاں گذشتہ سال فیس بک پر کچھ عرصے کے لیے پابندی عائد کی گئی تھی لیکن پھر اسے بحال کر دیا گیا، حالانکہ اس پر اب بھی توہین رسالت اور توہین اسلام پر مشتمل مواد موجود ہے۔ تاہم، فحاشی اور عریانیت کا معاملہ بہت سنگین صورت اختیار کر چکا ہے۔ فحش وڈیو، تصاویر، مضامین حتیٰ کہ بچوں کے لیے فحش ویڈیو گیمز کی ان ویب سائٹس پر بھرمار ہے۔ اس حوالے سے چین کی مثال ہم اوپر پیش کر چکے ہیں، اور اسی حوالے سے ہندستان میں بھی متعدد اقدامات کیے جارہے ہیں۔

سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹوں پر ایک اور الزام یہ ہے کہ ان سے انسانوں کا حقِ تخلیہ (Right to Privacy) بری طرح متاثر ہوا ہے، کیونکہ ان ویب سائٹس کے ذریعے انسان کی ذاتی زندگی کی بہت سی معلومات لاکھوں لوگوں تک پہنچتی ہیں جن کی مدد سے کسی بھی انسان کو جذباتی

طور پر پریشان کیا جاسکتا ہے۔ نیوز ویک کی ایک تحریر کے مطابق سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس لوگوں میں دنیا سے ایک غلط طرح کے رابطے یا رشتے کا احساس پیدا کرتی ہیں اور اس سے تنہائی پسندی کا رجحان پیدا ہورہا ہے۔ ان ویب سائٹس کے ذریعے ایک اور انتہائی فحش عمل آن لائن جنسی گفتگو ہے جس کے باعث فحاشی اور برائی کا سیلاب مزید تیزتر ہوتا جارہا ہے۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی اجنبیوں سے دوستی کیا کیا گل کھلاتی ہے اس سے ہم سب واقف ہیں۔ اب ان ویب سائٹس کی وجہ سے جو آفات آرہی ہیں ان میں ایک بڑی آفت طلاق کے رجحان میں خطرناک اضافے کی صورت میں دیکھنے میں آرہا ہے۔ مصر میں اسی رجحان کو بنیاد بنا کر چند علما نے ان ویب سائٹس کو حرام بھی قرار دیا ہے۔

بات محض انٹرنیٹ پر موجود فحش مواد، اس تک بلا روک ٹوک رسائی اور اس میں سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹس کے کردار تک محدود نہیں۔ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا حد سے متجاوز استعمال اور الیکٹرانک میڈیا کے ساتھ حد سے زیادہ وقت گزارنے کے سبب ہمارے معاشرتی رویے اور اقدار تباہ ہورہی ہیں۔ اس تباہی کی ایک قیمت ہم ادا کر رہے ہیں اور باقی ہماری آیندہ آنے والی نسلیں ادا کریں گی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انٹرنیٹ کا استعمال ہو یا الیکٹرانک میڈیا کا، اس حد تک رکھا جائے جہاں تک یہ مفید رہے، اور غیر مفید سرگرمیوں کو حکومت مانیٹر بھی کرے اور محدود بھی۔ لیکن دوسری طرف محض حکومت کی کوششوں سے معاملہ ختم نہیں ہوگا، اس کے لیے ان تمام لوگوں کو مل کر اپنی اقدار اور روایات کی پاس داری کا فرض ادا کرنا ہوگا جو اس ملک و قوم کا درد رکھتے ہیں۔ عوامی سطح پر منظّم جدوجہد اور سماجی دباؤ کے تحت جہاں حکومت کو مؤثر اقدامات اُٹھانے کے لیے مجبُور کیا جائے وہاں معاشرتی سطح پر عوام میں دین کا شعور بیدار کرنے، اخلاقی اقدار کے تحفظ اور فحاشی و عریانی کے خاتمے کے لیے انفرادی اور اجتماعی دائرے میں اصلاحِ معاشرہ پر مبنی منظّم اجتماعی جدوجہد بھی ناگزیر ہے۔ معاشرے کی اسلام پسند اور محبِّ وطن قوتوں اور درددل رکھنے والے عناصر کو اس کے لیے ہراوّل دستے کا کردار ادا کرنا ہوگا۔ اگر ہم اخلاقی انحطاط و زوال سے بچنا چاہتے تو اخلاقی بگاڑ کو ہر سطح پر روکنا ہوگا۔

اخبارِ اُمت

نائیجیریا میں فسادات اور بم دھماکے

پروفیسر شہزاد الحسن چشتی

نائیجیریا براعظم افریقہ کے مغرب میں بحیرۂ اٹلانٹک کے طویل ساحل کے تقریباً وسط میں حبشی النسل قبائل کی ۹ لاکھ ۲۳ ہزار ۷ سو ۶۸ مربع کلومیٹر پر پھیلی ہوئی دنیا کی ساتویں بڑی آبادی پر مشتمل مملکت ہے۔ اس کا رقبہ اور آبادی، دونوں پاکستان کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔ برطانوی قوم کی توسیع پسندی اور ہوس ملک گیری کے نتیجے میں یہ علاقہ بیسویں صدی کے شروع میں برطانوی کالونی قرار پایا، اور برطانوی حکومت نے ۱۹۱۴ء میں اس کے ۲۵۰ سے زائد قبائل پر نائیجیریا نام کا ملک برطانوی کالونی کی صورت میں تشکیل دیا۔ یہ سب قبائل اپنے عقائد، مذہب، روایات اور عادات واطوار میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے۔ اس مملکت کا شمالی علاقہ زیادہ تر صحارا کے ریگستان میں واقع ہے اور حوسا اور چند دوسرے قبائل پر مشتمل ہے۔ اس علاقے کی ۷۰ فی صد آبادی مسلمان ہے، جب کہ بقیہ آبادی عیسائی ہے اور روایت پرستوں پر مشتمل ہے۔

نائیجیریا میں اسلام شمالی افریقہ کے مسلمان ممالک، مثلاً مراکش، الجزائر، لیبیا، تیونس، مصر وغیرہ اور مشرق سے سوڈان، صومالیہ، یمن، سعودی عرب کے راستے داخل ہوا۔ مغربی نائیجیریا میں زیادہ تر یروبا قبائل آباد ہیں اور ان کی اکثریت بھی مسلمان ہے۔ مشہور بندرگاہ لاگوس اسی علاقے کے ساحل پر واقع ہے، جو نائیجیریا کا پہلا دارالخلافہ تھا۔ مشرقی علاقہ بھی زیادہ تر سمندر کے کنارے واقع ہے۔ اس علاقے کی جانب سے برطانوی اپنے توسیع پسندانہ عزائم کے ساتھ داخل ہوئے

تھے اور عیسائی مبلغین کا طائفہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اس علاقے میں اگبو اور دوسرے قبائل رہتے تھے جن کی اکثریت کو ان مبلغین نے عیسائی بنالیا۔ اسی لیے اس علاقے کے قبائل یا تو عیسائی ہیں اور جو عیسائی نہ بن سکے وہ اپنی روایت پرستی پر قائم رہے۔ اس علاقے کی ساحلی پٹی پٹرول سے مالا مال ہے، اور یہاں سے دنیا کا بہترین پٹرول حاصل ہوتا ہے۔

بین الاقوامی حالات اور ملک میں اندرونی تحریکوں کے دباؤ کے تحت برطانوی آبادکاروں کو اقتدار سے دست بردار ہونا پڑا۔ اس طرح ۱۹۶۰ء میں نائیجیریا آزاد ملک قرار پایا۔ آزادی کے فوراً بعد ملک فوجی انقلاب کی نذر ہوگیا۔ ایک عیسائی جنرل برونسی کی قیادت میں یہ خونیں ثابت ہوا۔ معروف سیاسی اور مذہبی رہنما قتل کردیے گئے جو زیادہ تر مسلمانوں پر مشتمل تھے۔ ان میں ابوبکر تفاوا بلیوا اور احمد بیلو قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے نتیجے میں مسلمانوں اور عیسائیوں میں گہری خلیج پیدا ہوئی۔ کچھ عرصے بعد مسلمان اور عیسائی فوجی جرنیلوں پر مشتمل ایک نئی فوجی قیادت اُبھری۔

۱۹۶۷ء میں مشرقی نائیجیریا کے اگبو قبائل کے ایک عیسائی فوجی کرنل اجوکو نے مرکزی حکومت سے بغاوت کر کے اس علاقے کو بیافرا کے نام سے نئی حکومت بنا کر علیحدہ کرلیا۔ برطانیہ، فرانس، اور دوسری مغربی حکومتوں نے اس نئی حکومت کی مدد کی، کیونکہ اس علاقے میں دنیا کا بہترین پٹرول نکلتا ہے اور یہ عیسائی علاقہ ہے۔ مرکزی حکومت کی خفیہ مدد مصر، لیبیا اور سوڈان نے اس بغاوت کو فرو کرنے میں کی۔ بغاوت ناکام ہوئی مگر اس میں ۱۰ لاکھ سے زائد افراد کام آئے۔ عجب ستم ظریفی ہے کہ باغی لیڈر کرنل ایمسکا اجوکو، کو حال ہی میں (اوائل مارچ ۲۰۱۲ء) نائیجیرین حکومت کی طرف سے عزت واحترام سے دفنایا گیا اور نائیجیریا کے صدر نے اس کے جنازے میں بذاتِ خود شرکت کی ہے۔

● **اسلام اور عیسائیت کی کش مکش:** گذشتہ صدی کے آخیر میں نائیجیریا کے تین علاقوں کو ۲۹ سے زیادہ ریاستوں میں تقسیم کردیا گیا۔ یہ تقسیم وہاں کے بڑے بڑے قبائل کی بنیاد پر کی گئی۔ اس کے باوجود جہاں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں صدیوں سے انھوں نے عرب امارات کی طرح امارات قائم کی ہوئی ہیں۔ یہ امارات نائیجیریا کے سیاسی نظام کے تحت اپنا اسلامی تشخص رکھتی ہیں۔ 'ناصرالاسلام' کے نام سے مسلمانوں کی ایک مذہبی جماعت ہے جو اسلام کی تبلیغ اور مسلمانوں کے مفاد کے لیے کام کرتی ہے۔ اس جماعت کی تصدیق کی بنیاد پر ایک

مسلمان حج پر جاسکتا ہے اور سعودی حکومت حج پر جانے والوں کے لیے اس تصدیق نامے کو ضروری قرار دیتی ہے۔ اس لیے کہ قادیانیوں نے برطانوی دور سے نائیجیریا میں اپنے تعلیمی ادارے اور ہسپتال قائم کیے ہوئے ہیں اور زور وشور سے تبلیغ کا کام کرتے ہیں، اور مسلمانوں کو قادیانی بناتے ہیں۔ جب سے پاکستان نے ان کو غیرمسلم قرار دیا ہے اس وقت سے نائیجیریا سے حج پر جانے والے مسلمانوں کے لیے متذکرہ تصدیق نامہ ضروری قرار دیا گیا ہے۔ نائیجیریا میں بعض صوفی سلسلوں کے اثرات بھی ہیں۔ 'ناصرالاسلام' کے دو اہم رہنما سر احمد بیلو اور تفاوا بلیوا پہلے فوجی انقلاب کے دوران میں شہید کردیے گئے تھے۔ یہ رہنما اتنے بااثر تھے کہ اپنے تبلیغی دوروں کے دوران میں ایک وقت میں ۱۰ ہزار روایت پرست قبائل افراد کو مسلمان کرلیا کرتے تھے، اور یہی بات مقامی اور بین الاقوامی عیسائیت کے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ ہرسطح کا نائیجیرین مسلمان، گو بہت سی معاشرتی اور معاشی خرابیوں میں ملوث ہے، مگر نماز بڑی پابندی سے ادا کرتا ہے۔ مسلمانوں کی زندگیوں میں یہ انقلاب اڑھائی سال قبل ایک مسلمان مصلح عثمان ڈان فوڈیو کی طویل اور انقلابی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ مسلمان بحیثیت مجموعی سیاسی سمجھ بوجھ اور عمدہ انتظامی صلاحیتوں کے باعث بڑے بااثر ہیں۔ گو، وہ جدید انگریزی تعلیم کی کمی کے باعث غیرتعلیم یافتہ سمجھے جاتے ہیں، حالانکہ وہ اپنے دین اور قرآن کی تعلیم اور معاشرے کے نظم ونسق کے حوالے سے دوسروں سے بہت آگے ہیں۔ نائیجیریا میں قرآن کے حفاظ کی بڑی تعداد ملتی ہے۔ اس کے باوجود رمضان کے دوران ختم قرآن کا رواج کم ہے۔ قرآن پڑھنے پڑھانے اور قرأت کی محفلیں خوب ہوتی ہیں۔

برطانوی استعمار کے دوران عیسائیت نائیجیریا میں داخل ہوئی اور عیسائی مبلغین کی سرگرمیوں کے باعث مشرقی علاقوں کے قبائل نے عیسائیت اختیار کی۔ پھر برطانوی دور میں قائم کیے گئے تعلیمی اداروں کے ذریعے بھی عیسائیت کو فروغ ملا۔ ہر ادارے میں بائبل اور عیسائیت کی تعلیم لازم تھی۔ عالمی عیسائیت نے ۱۹۷۰ء کے عشرے میں براعظم افریقہ میں بڑے پیمانے پر عیسائیت کی تبلیغ اور عیسائی براعظم بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس پروگرام کے تحت بے شمار مبلغین مغربی ممالک اور امریکا سے لائے گئے۔ یہ تحریک ہزار جتن کے باوجود کامیاب نہ ہوسکی۔ دل چسپ مناظر یہ دیکھنے میں آئے کہ مشرقی افریقہ کے ملک کینیا کا صدر جو خود عیسائی مبلّغ تھا اور عیسائیت کی

تبلیغ وتوسیع کا ذمہ دار تھا، اس کے اپنے گھر کے افراد نے اسلام قبول کرلیا۔ اسی طرح نائیجیریا میں عیسائی بشپ کی اپنی بیٹی اموجہ سے مسلمان ہوگئی کہ اسے مسلمانوں میں شادی کے بندھن کے طریقے بڑے سادہ اور پُراثر نظر آئے۔

نائیجیریا میں اسلام اور عیسائیت ہمیشہ ایک دوسرے کے مقابل رہے۔ لہٰذا یہاں کچھ عرصے بعد کہیں نہ کہیں عیسائی مسلم فساد ضرور ہوتا ہے۔ دونوں طرف سے بڑی تعداد میں اموات ہوتی ہیں اور گرجا اور مساجد اور گھر جلائے اور مسمار کردیے جاتے ہیں۔ ایک جائزے کے مطابق ۱۹۹۹ء سے اب تک مذہبی اور سیاسی فسادات ۱۶ ہزار انسانوں کو نگل چکے ہیں۔ صرف ۲۰۱۱ء میں شمالی نائیجیریا میں ۸۰۰؍افراد موت کے گھاٹ اُتارے گئے۔ اسی سال کے دوران میں باؤچی، بنوئے، نسارو اور ترابا ریاستوں میں ۱۲۰؍افراد فساد کی نذر ہوئے۔ یہ سب ریاستیں شمالی نائیجیریا کی ہیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ یہ فسادات ہوتے کیوں ہیں؟ مشرقی اور جنوبی ریاستوں کے عیسائی افراد روزگار اور تجارت کی غرض سے شمالی نائیجیریا آتے ہیں اور یہیں مستقل سکونت اختیار کرنا اور قبضہ جمانا شروع کردیتے ہیں۔ عیسائیت اور اسلام کی بنیاد پر بُغض وعناد جو پہلے سے ہی ہے اور اس پر قبائلی عناد بھی۔ بس پھر کہیں سے شعلہ بھڑکتا ہے، علاقے کے باسی دوسرے علاقے کے واردین کو علاقہ چھوڑنے کو کہتے ہیں اور یہی فساد کی جڑ بن جاتا ہے۔ اس کے ردعمل میں عیسائی علاقوں میں بھی یہی صورت پیدا ہوتی ہے۔

● **بوکو حرام اور نائیجیریا**: 'بوکوحرام' نام سے شمالی نائیجیریا میں مسلمان نوجوانوں کا ایک گروپ گذشتہ کئی سال سے متحرک ہے۔ اس گروپ کا طریقۂ واردات لوگوں کو گولی کا نشانہ بنانا، بم پھینکنا، یا خودکش حملہ کرنا ہے۔ اس گروپ نے ۲۰۱۱ء میں ۴۲۵؍افراد کو شمالی نائیجیریا میں تہِ تیغ کیا۔ نومبر ۲۰۱۱ء میں ریاست میڈوگوری میں نصف درجن حملوں میں پولیس افسران، سیاست دانوں، اپنے مخالف مذہبی رہنماؤں اور قبائلی رہنماؤں کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ ریاست یوبے کے مقام ڈماٹرو میں بم حملہ کرنے کی ذمہ داری قبول کی جس میں ۱۰۰؍افراد مارے گئے۔ پھر اسی سال، یعنی ۲۰۱۱ء میں اگست کے مہینے میں نائیجیریا کے دارالخلافہ ابوجا میں اقوامِ متحدہ کی عمارت پر خودکش بم حملہ کیا جہاں ۲۴؍افراد لقمۂ اجل بنے اور ۱۰۰؍افراد زخمی ہوئے۔ یہ اس گروپ کی اب تک کی کارستانی

ہے۔ اس گروپ کے سرغنہ محمد یوسف اور اس کے بہت سے ساتھیوں کو ۲۰۰۹ء میں پانچ پولیس افسران اور تین اسسٹنٹ پولیس کمشنر نے عدالتی کارروائی اور انصاف کے بغیر تہِ تیغ کر دیا اور آج تک ان افراد کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جاسکی۔

بوکوحرام گروپ خالص مقامی لوگوں پر مشتمل سمجھا جاتا ہے مگر اس کو کیا کہیے کہ اقوام متحدہ کے آفس کو نشانہ بنانے کے نتیجے میں اس گروہ کا تعلّق القاعدہ سے تلاش کرلیا گیا ہے۔ یہ اس طرح ہوا کہ اس گروپ کے سات ممبران جو نائیجر (نائیجیریا کی ہمسایہ اسٹیٹ) سے گزر رہے تھے، جب گرفتار ہوئے تو ان کے قبضے سے ملنے والی بعض چیزوں کا تعلّق القاعدہ سے پایا گیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ان لوگوں کو القاعدہ نے 'اسلامی مغرب' میں تربیت بھی دی تھی۔

'بوکوحرام' کی درج بالا سرگرمیوں کی وجوہات کے بارے میں 'ہیومن رائٹس واچ' کی رپورٹ ۲۰۱۱ء سے معلوم ہوتا ہے کہ: ● نائیجیریا کی حکومت اس کے افراد اور ادارے انتہا درجے کی کرپشن میں ملوث ہیں، مثلاً ۲۰۰۳ء میں ۳۵ قومی سطح کے سیاست دان ملوث پائے گئے۔ اسی طرح چار گورنر، قومی اسمبلی، اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر اور ممبران بھی ملوث پائے گئے اور ایک مرکزی وزیر بھی۔ مگر ان کے خلاف سیاسی اثرات اور عدالتی نظام کی کمزوری کے باعث کوئی کارروائی نہیں ہوسکی۔ ● حکومت نائیجیریا نے آج تک ان پولیس اور ملٹری افسران کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی، جنھوں نے ملاکو اسٹیٹ میں مذہبی فسادات کے دوران میں ۱۳۰/افراد کو گولیوں کا نشانہ بنایا اور نہ ان فوجیوں ہی کے خلاف کوئی کارروائی ہوئی جنھوں نے بنوئے اسٹیٹ میں ۲۰۰۱ء میں ۲۰۰/افراد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔ اسی طرح فوج کے ان افراد کے خلاف بھی کارروائی نہ کی گئی جنھوں نے بائلسہ ریاست میں ۱۹۹۹ء میں اوڈی نام کے ایک قصبہ کو تہس نہس کر دیا تھا۔ ● بڑے پیمانے پر سیاست دانوں، اور کاروباری شرفا کا ملکی کرنسی اور دولت کو اسمگل کرنا۔ ● عوام میں انتہا درجے کی غربت، غذا کی کمی اور اس کے نتیجے میں بیماریوں کے باعث لوگوں کی اموات۔ ● تیل پیدا کرنے والے علاقے میں تیل کی چوری اور حکومتی اداروں اور ذمہ داران کی بے حسی۔ ● مذہبی اور قبائلی گروہوں میں آپس کی منافرت اور ایک دوسرے کے خلاف فسادات۔ ● چوری، ڈکیتی، اور قتل اور عورتوں کے ساتھ جنسی زیادتی ـــــ ان حالات میں کسی بھی ملک میں مقامی 'بوکوحرام' کا پیدا ہو جانا کوئی اچنبھا نہیں۔

سینیگال میں بہارِ انقلاب

حافظ محمد ادریس

تیونس سے شروع ہونے والی بہار نے کئی عرب ممالک کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مصر، لیبیا اور یمن میں بھی آمریت کا جنازہ نکل گیا۔ اب دیر یا سویر شام کی باری ہے۔ اس بہارِ جاں فزا سے افریقہ کے دیگر ممالک بھی فیض یاب ہو رہے ہیں۔ مغربی افریقہ کا ملک سینیگال اس کی بہترین مثال ہے جہاں دارالحکومت ڈاکار اور دیگر شہروں میں عوام صدر عبداللہ واد کے خلاف سر سے کفن باندھ کر میدان میں نکل آئے ہیں۔ سینیگال مغربی افریقہ کا ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ اس کا کُل رقبہ ایک لاکھ ۹۶ ہزار ۷ سو ۲۳ مربع کلومیٹر، یعنی پاکستان کے رقبے کا ایک چوتھائی ہے، جب کہ آبادی ایک کروڑ ۲۳ لاکھ ہے، یعنی پاکستان کی آبادی کا پندرھواں حصہ۔ ملک معاشی لحاظ سے پاکستان سے بھی غریب ہے۔ فی کس آمدنی ۱۶۰۰ ڈالر فی کس سالانہ ہے، جب کہ پاکستان کی تقریباً ۲۱۰۰ ڈالر فی کس سالانہ ہے۔ سینیگال کی آبادی ۹۶ فی صد مسلمان ہے البتہ قدیم مذہبی رسومات اور روایاتِ بت پرستی بیش تر آبادی میں اسی طرح پائی جاتی ہیں، جس طرح ہمارے ہاں ہندوانہ تہذیب اور رسوم و رواج کا چلن ہے۔

سینیگال نے ہم سے ۱۳ برس بعد، یعنی ۱۹۶۰ء میں فرانسیسی استعمار سے آزادی حاصل کی۔ پانچ مقامی قبائلی زبانوں کے علاوہ فرانسیسی یہاں کی سرکاری زبان رہی ہے۔ اب عربی کی طرف بھی بہت زیادہ رجحان ہے۔ افریقہ کا یہ ملک اس لحاظ سے دیگر بیش تر افریقی، لاطینی امریکی اور ایشیائی و عرب ممالک سے ممتاز و ممیّز ہے کہ یہاں فوجی انقلابات کی کوئی روایت نہیں ملتی۔ یہاں کی فوج ہے بھی نہایت مختصر۔ سینیگال کے بحیثیت مجموعی اپنے ہمسایوں سے تعلقات اچھے ہی رہے ہیں البتہ اپنے پڑوسی ملک مالی کے ساتھ اس وقت کچھ تلخیاں پیدا ہوئی تھیں جب دونوں ممالک نے آزادی کے بعد آپس میں ایک وفاق قائم کیا، مگر چار ہی ماہ بعد یہ وفاق بکھر گیا اور دونوں ممالک نے ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اس علیحدگی میں بھی نہ کوئی گولی چلی، نہ فسادات

ہوئے۔ یوں ان افریقی ممالک نے مہذب ہونے کا ثبوت دیا۔ سینیگال کے پڑوس میں سبھی ممالک چھوٹے چھوٹے ہیں۔ ان میں گامبیا، ماریتانیہ، مالی، گنی اور گنی بساؤ شامل ہیں۔ یہاں اسلام کی روشنی تقریباً اُسی دور میں پہنچی جب مسلمان شمال مغربی افریقہ سے ہسپانیہ کی طرف منتقل ہوئے۔

سینیگال میں صحیح اسلامی تعلیم کا فقدان رہا ہے۔ اس کے باوجود شمال مغربی افریقہ کے عرب ممالک الجزائر، لیبیا، تیونس اور مراکش کے اسلامی جہاد کی وجہ سے یہاں بھی ایک محدود طبقے میں جہادی جذبات پروان چڑھے۔ سنوسی تحریک، عبدالقادر الجزائری اور عمر مختار سے محبت کرنے والا ایک مختصر حلقہ ڈاکار اور دیگر بڑے شہروں میں موجود ہے۔ تحریکِ آزادی میں بھی یہ لوگ پیش پیش تھے، مگر فرانسیسی استعمار نے ان کو ہمیشہ زیرِعتاب رکھا۔ بدقسمتی سے عیسائی مشنری اور قادیانی بھی یہاں اپنی سرگرمیاں فرانسیسی دور ہی سے جاری رکھے ہوئے ہیں اور بے پناہ وسائل رکھتے ہیں۔ تاہم، یہ بات باعثِ اطمینان ہے کہ سینیگال کی آبادی نے عیسائیت یا قادیانیت کو قبول نہیں کیا۔

سینیگال میں اسلامی تحریک بالکل نئی اور قوت کے لحاظ سے ابھی بہت محدود ہے۔ تاہم، مصر اور سعودی عرب کی جامعات سے فارغ ہوکر آنے والے نوجوان عقائد و افکار کے لحاظ سے درست اسلامی سوچ کے حامل ہیں۔ انھوں نے اخوان المسلمون کی فکر سے متاثر ہوکر ۱۹۹۹ء میں ایک تنظیم کی بنیاد رکھی جس کا نام 'جماعت عبادالرحمٰن' ہے۔ اس کے سربراہ ایک ذہین اور تعلیم یافتہ مسلمان استاد احمد جاں ہیں۔ وہ مولانا مودودی کے مداح ہونے کے ساتھ تحریکِ اسلامی پاکستان سے بھی متعارف ہیں۔ والی سعودی عرب نے بھی اس ملک میں کافی کام کیا ہے اور ان کے موجودہ نمایندے استاد رجب مصری ہیں۔ اسلامی تحریک کے لیے ایسے قابل نوجوانوں کا وجود بساغنیمت ہے۔ ان کا کام محدود تھا مگر گذشتہ سال کی عرب بہار نے جب اسلامی بہار کا روپ دھارا تو ان کی جماعت کی مقبولیت میں بھی اضافہ ہوا۔ ابھی وہ انتخابی معرکے میں اُترنے کے قابل نہیں مگر ان کے منظم کام کی وجہ سے تمام اپوزیشن پارٹیاں ان کی حمایت کے لیے کوشاں ہیں۔ انھوں نے فیصلہ کیا ہے کہ اسلام کی برتری اور جمہوریت کی حقیقی بحالی و تحفظ کی یقین دہانی کرانے والے صدارتی اُمیدوار کی حمایت کریں گے۔ طلبا میں 'طلبا عبادالرحمٰن' کے نام سے ان کی ملک گیر تنظیم موجود ہے جو فعال ہے اور مستقبل میں قوت میں اضافے کا باعث ہوگی۔ پاکستان سے اسلامی میڈیکل ایسوسی ایشن نے

ڈاکٹر انتظار بٹ اور دیگر ماہرین امراضِ چشم اطبا کی نگرانی میں گذشتہ چند برسوں سے افریقہ کے جن ممالک میں فری میڈیکل کیمپ لگائے ہیں ان میں سینیگال بھی قابلِ ذکر ہے۔ ان کیمپوں کی وجہ سے بھی عباد الرحمٰن تنظیم کو اخلاقی و عمومی حمایت حاصل ہوئی ہے۔ یہاں فرانس اور بھارت نے سونے کی کانوں اور کھاد کی فیکٹریوں کے ذریعے اپنے پنجے گاڑ رکھے ہیں۔ پاکستان کا اس ملک کے ساتھ محض سفارت خانے کی حد تک تعلّق ہے۔

سینیگال پر مختلف اوقات میں پرتگال، فرانس اور برطانیہ نے اپنے استعماری پنجے گاڑے مگر آخر میں ۱۸۴۰ء سے ۱۹۶۰ء تک یہ سرزمین فرانسیسی کالونی ہی رہی۔ یورپ اور امریکا میں افریقی آبادی کو غلام بنا کر فروخت کیا گیا تو اس کا سب سے بڑا اڈا بھی اسی ملک میں تھا۔ فرانس نے سینیگال کو آزادی دینے سے قبل اپنا ایک سدھایا ہوا شاگرد لیوپولڈ سیدار سینغور، کمال چابک دستی سے اس ملک پر مسلط کر دیا۔ موصوف خاندانی لحاظ سے مسلمان تھے مگر فرانسیسی تہذیب و ثقافت کے دل دادہ، فرنچ زبان کے شاعر اور آزاد ملک کی حکمرانی کے باوجود اس بات کے خواہش مند کہ انھیں فرانسیسی شہریت مل جائے۔ انھیں اس میں کامیابی نہ ہوسکی۔ ہاں، فرانس کی سرپرستی میں اس ملک پر ایک جماعتی نظام کے تحت اس نے ۲۰ سال حکمرانی کی۔ اس عرصے میں اس نے جو قانون، جب چاہا اور جیسے چاہا بنایا اور پھر جب چاہا اسے تبدیل کر دیا۔ وہ سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ سیکولرازم اور سوشلزم کا دل دادہ صدر سینغور ہر روز معاشی پالیسیاں بدلتا تھا۔ ملک کی معیشت تباہ ہو رہی تھی۔ اس دوران میں اس نے ایک مفید اور انقلابی کام بھی کر دکھایا۔ ۱۹۷۳ء میں اس نے دیگر چھے پڑوسی ممالک کے ساتھ مل کر 'مغربی افریقی معاشی کمیونٹی' کی بنیاد رکھی جس سے ان سب کو کم و بیش تجارتی فوائد حاصل ہوئے۔ سینیگال اقوام متحدہ، او آئی سی اور افریقن یونین کا ممبر ہے۔

سینیگالی عوام بھی اپنے صدر سے تنگ آچکے تھے۔ عوامی پریشانی نے ابھی کوئی احتجاجی رنگ یا انقلابی لہر کا روپ نہیں اختیار کیا تھا کہ اپنے خلاف عوامی نفرت کا احساس کرتے ہوئے صدر سینغور نے اقتدار سے استعفا دے دیا۔ تیسری دنیا کے ممالک اور وہ بھی پس ماندہ افریقہ میں یہ مثال یکتا ہے۔ دراصل سینغور کے اقتدار سے ہاتھ اٹھانے کی وجہ اس کی معاشی پالیسیوں کے نتیجے میں رونما ہونے والی اقتصادی ابتری اور عوام الناس کی شدید پریشانی اور غم و غصہ تھا۔ اس نے یہ

شاطرانہ چال بھی چلی کہ اپنے نائب عبدہٗ ضیوف کو اقتدار سونپ دیا۔ ضیوف نے کسی حد تک عوام کے لیے سیاسی آزادی کا راستہ ہموار کیا مگر ہنوز ملکی سیاست یک جماعتی سیاسی پارٹی کے گرد ہی گھومتی رہی۔ نئے صدر نے معاشی صورتِ حال کو سنبھالا دینے کے لیے اپنے پیش رو کی قومیائی ہوئی بیش تر کمپنیوں اور اداروں کو پرائیویٹ سیکٹر میں منتقل کر دیا۔ ملک کے اندر خام لوہا اور فاسفیٹ کی اچھی خاصی مقدار موجود ہے، اسے ترقی دینے کی کوشش بھی کی گئی۔ کچھ عرصے کے بعد ضیوف نے کثیرالجماعتی سیاست کی اجازت دی۔ حکومت کے مخالفین نے اپنی سیاسی جماعت بنالی جس کے بعد کئی نئی جماعتیں بھی وجود میں آنے لگیں۔

ضیوف کے ۲۰ سالہ دورِ اقتدار کے بعد مارچ ۲۰۰۰ء میں صدارتی الیکشن ہوئے تو اپوزیشن کے نمایندے عبداللہ واد نے ۶۰ فی صد ووٹ حاصل کر کے صدارتی الیکشن جیت لیا۔ ۲۰ سال صدارتی منصب پر فائز رہنے کے بعد اپنی عبرت ناک شکست کو تسلیم کرتے ہوئے ضیوف نے بڑی خوش اسلوبی سے اقتدار نومنتخب صدر کے حوالے کر دیا۔ اب ملک کے اندر سیاسی آزادیاں بھی تھیں اور مختلف پارٹیاں اپنے اپنے پروگرام کے تحت اپنے منشور بھی پیش کر رہی تھیں۔ عبداللہ واد اگرچہ انتخاب کے ذریعے برسرِاقتدار آیا مگر وہ اپنے اقتدار کو دوام دینے کے جنون میں مبتلا ہو گیا۔ اس نے جو اصلاحات کیں، اس کے نتیجے میں ملک بھر میں اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔ ان اصلاحات میں سے ایک یہ تھی کہ عورتوں کو ووٹ کا حق دیا گیا نیز انھیں جایداد اور وراثت کا حق بھی قانون میں دے دیا گیا۔ اس عرصے میں عبداللہ واد نے اپوزیشن کے دباؤ پر دستور میں ایک ترمیم کی، جس کے تحت کوئی بھی صدر دو میقات سے زیادہ انتخاب میں حصہ نہیں لے سکتا۔

عبداللہ واد ۲۰۰۱ء میں منتخب ہوا تھا، پھر ۲۰۰۷ء میں، اور اب ۲۰۱۲ء کے انتخابات کے لیے دوبارہ اُمیدوار بن گیا ہے۔ اپوزیشن نے اس پر شدید احتجاج کیا ہے۔ دستور میں ترمیم کے بعد دستور کی دفعہ ۲۷ اور ۱۰۴ واضح طور پر کسی بھی منتخب صدر کے لیے دو سے زیادہ مرتبہ صدارتی انتخاب لڑنا ممنوع قرار دیتی ہیں۔ عبداللہ واد نے یہ مکروحیلہ اختیار کیا ہے کہ اس کا پہلا انتخاب دستوری ترمیم سے قبل ہو گیا تھا، اس لیے اسے اس مرتبہ بھی انتخاب میں حصہ لینے پر کوئی دستوری قدغن نہیں ہے۔ حزبِ مخالف کی تمام پارٹیاں صدر کے خلاف میدان میں نکل آئی ہیں۔ دارالحکومت ڈاکار اور

دیگر بڑے شہروں میں بڑے بڑے مظاہرے ہو رہے ہیں اور کئی جگہ سرکاری عمارتوں کو توڑ پھوڑ کے ذریعے نقصان بھی پہنچایا گیا ہے۔ مبصرین کا خیال ہے کہ عرب دنیا میں اٹھنے والی تحریکوں کے اثرات سینیگال میں بھی پہنچ گئے ہیں۔ حزبِ اختلاف کی ''سوشلسٹ پارٹی آف سینیگال'' کے صدارتی امیدوار عثمان تنور دیانگ نے ایک عوامی ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عبداللہ واد صدارت پر غاصبانہ اور غیر دستوری قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ دستور کی خلاف ورزی کر کے اس نے خود کو مجرم ثابت کر دیا ہے۔ اب عوامی غیظ و غضب سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ دستور کی پابندی کرے۔

اس دوران میں عبداللہ واد نے دستوری مجلس کے پانچ ارکان سے تصدیق کروالی ہے کہ اس کا یہ الیکشن تیسرا نہیں، دوسرا شمار ہوگا۔ اپوزیشن صدارتی امیدوار نے کہا کہ یہ ہزاروں کا مجمع جو فیصلہ دے رہا ہے، وہ درست ہے یا پانچ افراد کا فیصلہ درست تسلیم کیا جائے۔ اس موقع پر مجمع عام میں صدر عبد اللہ واد کے خلاف زبردست نعرے بازی کی گئی۔ ایک دوسرے صدارتی امیدوار ابراہیم فال نے کہا: ''صدر واد کے اس خود غرضانہ موقف کے نتیجے میں پورا ملک مستقل طور پر تشدد اور بدامنی کا شکار ہو جائے گا۔ اگر صدر نے اپنی حکومتی مشینری کے ذریعے پُرتشدد راستہ اختیار کیا تو عوام اس سے زیادہ قوت کے ساتھ اس کا جواب دیں گے''۔ سیاسی پارٹیوں کے علاوہ سول سوسائٹی کے تمام طبقے بھی صدر کی رائے سے اختلاف کر رہے ہیں۔ ایک نوجوان سینیگالی آرٹسٹ یوسف اندور نے کہا کہ سینیگال کا ہر شخص آج سڑکوں پر نکل آیا ہے اور لوگوں کے چہروں سے واضح طور پر پڑھا جاسکتا ہے کہ وہ موجودہ صدر کی رخصتی تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ایک معروف سیاسی تجزیہ نگار اور ماہرِ امور سینیگال مختار ولد سیداتی نے کہا: ''سینیگال میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے وہی جذبات پروان چڑھ رہے ہیں جو عالم عرب میں دیکھے گئے۔ گذشتہ کچھ عرصے سے عرب میڈیا بہت مقبول ہو رہا ہے۔ یہ بات ہرگز بعید نہیں کہ عرب دنیا میں رونما ہونے والا انقلاب ان تمام افریقی ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لے جو عربی ثقافت سے متاثر ہیں اور اس لحاظ سے سینیگال بہت نمایاں ہے''۔

کتاب نما

تحریک احیاے اسلام کے آٹھ درخشندہ ستارے، مترجم و مؤلف: شفیق الاسلام فاروقی۔ ناشر: اذانِ سحر پبلی کیشنز، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ فون: ۰۴۲-۳۵۴۳۵۶۶۷۔ صفحات: ۳۵۲۔ قیمت: ۳۶۰ روپے۔

گذشتہ ۲۰۰ برس سے عالمِ اسلام محکومی و زوال کا شکار ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز تک ایک دوملکوں کے سوا، باقی تمام مسلمان ممالک مغربی استعماری طاقتوں کے غلام بن چکے تھے۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں عالمِ اسلام میں احیاے اسلام کی تحریکیں بھی کام کرنے لگی تھیں، جن کے سربراہوں کے سامنے اوّلین مسئلہ مغربی ممالک کی غلامی سے نجات کا حصول تھا۔ ان تحریکوں کے آٹھ درخشندہ ستاروں کے متعلّق، ان کی سوانح اور افکار پر مشتمل کتاب ایک شیعہ اہلِ علم علی رہنما نے Pioneers of Islamic Revivalism کے عنوان سے شائع کی جس کا دوسرا اڈیشن ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب اسی اڈیشن کا تنقیدی اضافوں کے ساتھ ترجمہ ہے۔

کتاب کے آغاز میں ۴۰ صفحات کا 'پیش لفظ' مترجم و مؤلف کی ژرف نگاہی، تاریخ فہمی اور عالمی حالات پر محکم گرفت کے علاوہ ان کی تنقیدی بصیرت اور احیاے اسلام کے لیے ان کے سوز وگداز سے معمور جذبات کا آئینہ دار ہے۔ انھوں نے زوالِ اُمت کے اسباب و علل پر بحث کرتے ہوئے ہندستان کے حالات کا معروضی جائزہ پیش کرتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریک احیاے اسلام کا تعارف بھی کرایا ہے۔

کتاب میں پانچ غیر مسلم اہلِ علم کی نگارشات ہیں جن کا تعلّق مغربی جامعات کے ان شعبوں سے ہے جو مسلم ممالک کے حالات کے خصوصی مطالعے کے لیے قائم ہیں۔ مصری رہنما محمد عبدہٗ پر مضمون لبنانی عیسائی خاتون یونی حداد نے لکھا ہے۔ محترمہ امریکی جارج ٹاؤن یونی ورسٹی

کے شعبہ 'ہسٹری آف اسلام' اور 'عیسائی مسلم تعلقات' میں پروفیسر ہیں۔ حسن البنا شہید پر مضمون امریکی دانش ور ڈیوڈ کامنز کے قلم سے ہے جو ڈکنسن کالج میں ہسٹری کے پروفیسر ہیں۔ سید قطب شہید پر تحقیقی مقالہ مغربی اسکالر چارلس ٹرپ کے قلم کا مرہونِ منت ہے۔ لبنانی رہنما موسیٰ الصدر کے متعلّق مضمون بوسٹن یونی ورسٹی کے پروفیسر آگسٹس رچرڈ نورٹن کے قلم سے ہے۔ سید جمال الدین افغانی پر تحقیقی مقالہ نکی آر کیڈیا کی محققانہ نظر کا رہینِ منت ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی پر سوانحی اور ان کی فکرونظر پر تحقیقی مضمون سید ولی رضا نصر کے بصیرت افروز تنقیدی نقطۂ نظر کا حامل ہے جس میں ۷۰ سے زائد حوالہ جات ہیں۔ آیت اللہ روح اللہ خمینی کی انقلاب انگیز شخصیت پر باقر معین نے قلم اُٹھایا ہے۔

مترجم نے ان غیر مسلم مضمون نگاروں کے نقطۂ نظر سے اختلاف بھی کیا ہے اور اپنی اختلافی آرا بھی درج کی ہیں۔ ان مضامین کا مرکز ومحور وہ شخصیتیں ہیں جو دنیا میں احیاے اسلام کے لیے متحرک رہیں اور ان کی فکرواستدلال نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو متحرک کیا ہے۔ اس کتاب سے غیر مسلم اہلِ علم کے نقطۂ نظر کا علم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کی تحریکوں کو کس زاویۂ نظر سے دیکھتے ہیں اور کس قسم کے تاثرات پھیلا رہے ہیں۔ آج مسلم ممالک میں احیاے اسلام کی تحریکوں کے نتائج سامنے آرہے ہیں۔ ایک صدی کی حق و باطل کی کش مکش نتیجہ خیز ہوتی نظر آرہی ہے۔ ترکی، مصر، ایران، تیونس، لیبیا اور شام کے حالات نہایت حوصلہ افزا ہیں۔

مسلمانوں کو مغربی استعمار کی غلامی سے نجات دلانے اور احیاے اسلام کے لیے کام کرنے والی ان تحریکوں کے بانیوں کے متعلّق متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان انقلابی شخصیتوں کی فکر اور لائحہ عمل کے بارے میں حق اور مخالفت میں ان کی زندگی میں بھی بہت کچھ لکھا گیا اور اب بھی لکھا جارہا ہے۔ کتاب کے مندرجات کے بارے میں قارئین کو اختلاف بھی ہوسکتا ہے۔ اسلوبِ بیان عام فہم ہے، ترجمے کے فنی تقاضے پورے کیے گئے ہیں۔ احیاے اسلام کی تحریکوں سے دل چسپی رکھنے والوں اور عام قارئین کے لیے اس کتاب کا مطالعہ مفید ہوگا۔ (ظفرحجازی)

صحابہ کرامؓ اور رفاہی کام، مولانا امیرالدین مہر۔ ناشر: دعوہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔ صفحات: ۹۹۔ قیمت: ۴۰ روپے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے معاشرے کا قیام عمل میں لائے تھے جو ہر لحاظ سے مثالی تھا۔ اخوت، محبت، امدادِ باہمی اور ایثار اس معاشرے کا طرۂ امتیاز تھا۔ یہی زیرنظر کتاب کا موضوع ہے۔ کتاب میں ۱۰ صحابہ کرامؓ کے جود و سخا کے روح پرور واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں انفرادی امداد، غریبوں، یتیموں، بیواؤں، ناداروں، بے کسوں کے ساتھ تعاون کی مثالیں بھی ہیں، اور اجتماعی فلاحی منصوبوں: نہروں کی کھدائی، سڑکوں، پلوں، مہمان خانوں، مساجد کی تعمیر، راستوں پر پانی کا انتظام اور چراگاہوں کے بندوبست پر رقم خرچ کرنے کے واقعات بھی۔ ان واقعات کو پڑھ کر آج کے مادہ پرست ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون سا محرک تھا جس کی بدولت صحابہ کرامؓ نے انفاق و ایثار کے ایسے لازوال نمونے پیش کیے؟ مصنف نے کتاب کے ابتدا میں 'صحابہ کرامؓ میں انفاق کے اسباب وعوامل' کے عنوان کے تحت اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ حُبِ الٰہی، فکرِ آخرت اور دنیا کے مال و اسباب سے بے رغبتی، وہ عوامل ہیں جن کی بدولت صحابہ کرامؓ فقر و تنگ دستی سے بے نیاز ہو کر انفاق فی سبیل اللہ کرتے تھے۔

کتاب میں صحابہ کرامؓ کی آمدنی کے ذرائع و وسائل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جس سے یہ درس ملتا ہے کہ فلاحی و رفاہی معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ اس معاشرے کے ارکان جائز ذرائع سے اپنی آمدن بڑھانے کے لیے تگ و دو بھی کریں۔ بحیثیت مجموعی یہ ایک مفید اور فکرانگیز کاوش ہے، جس کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ گوناگوں خوبیوں کے حامل آسمان نبوت کے یہ ستارے اپنی اپنی جگہ پر ایک مکمل سماجی اور رفاہی ادارے کی حیثیت رکھتے تھے۔ آج بھی بڑھتی ہوئی مادہ پرستی اور نفسانفسی کا علاج اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ (حمیداللہ خٹک)

تذکیر بالقرآن، (حصہ اوّل)، قرآن کریم کی روشنی میں ہماری زندگیاں، تالیف: محمد ریاض اچھروی۔ ناشر: دستک پبلی کیشنز۔ تقسیم کنندہ: شرکت الامتیاز، رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون: ۲۳۴۴۸۲۶-۰۳۲۲۔ صفحات: ۷۸۹۔ ہدیہ: درج نہیں۔

محمد ریاض اچھروی ۳۰، ۳۲ برس سے برلن، جرمنی میں مقیم ہیں۔ اُردو، جرمن میں

دستک نامی رسالہ نکالتے ہیں۔ مسجد بلال، برلن میں فہم قرآن کلاس کا سلسلہ بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر فرحت ہاشمی کے طریقۂ تدریس سے بھی استفادہ کر چکے ہیں۔ تذکیر بالقرآن کی غرض و غایت کے بارے میں وہ لکھتے ہیں: ''قرآن کا پیغام اس کی اصل روح کے ساتھ آدمی کے دل و دماغ میں گہرا اُتر جائے تاکہ آدمی کا عمل اس کی روشنی میں بہتر سے بہتر ہو۔ یہ قرآن مجید کی تفسیر کم اور تذکیر زیادہ ہے''۔ 'تقریظ' میں حافظ محمد ادریس تحریر کرتے ہیں کہ ''ایک عام قاری کے لیے یہ ایک بہت اچھی اور مفید تذکیر ہے۔ ہر آیت کے ترجمے اور تشریح کے بعد مؤلف نے قاری کے دل و دماغ کو جھنجھوڑا ہے کہ وہ اس بات کا جائزہ لے کہ خود کس مقام پر کھڑا ہے، اور دین پر عمل پیرا ہونے کی تذکیر و تنبیہ کی ہے۔ تشریح کے دوران احادیث کی معروف کتب اور مولانا مودودی کی تفہیم القرآن سے بھی بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ تذکیر بالقرآن میں مولانا فتح محمد جالندھری کے ترجمے کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ طباعت معیاری ہے۔ امید ہے سورۃ الفاتحہ سے سورۃ التوبہ کے بعد دیگر حصے بھی جلد منظرعام پر آئیں گے۔ (محمد ایوب منیر)

علامہ اقبال اور روزنامہ زمیندار، ڈاکٹر اختر النساء۔ ناشر: بزمِ اقبال، ۲-کلب روڈ، لاہور۔ صفحات: ۲۹۳۔ قیمت: ۳۵۰ روپے۔

روزنامہ زمیندار اُردو کا ایک قدیم اخبار ہے جسے مولانا ظفر علی خاں کے والد محترم مولانا سراج الدین احمد خاں نے ۱۹۰۳ء میں لاہور سے جاری کیا۔ حق گوئی و بے باکی کی پاداش میں انگریزی حکومت نے اسے کئی بار بند کیا مگر کسی نہ کسی طرح نکلتا ہی رہا۔ اقبالیاتی لوازمے پر مشتمل متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں، مثلاً: حیاتِ اقبال کے چند مخفی گوشے، سفرنامۂ اقبال، اقبال کا سیاسی سفر، افکار و حوادث اور گفتارِ اقبال وغیرہ۔ زیرنظر کتاب کی مرتب ڈاکٹر اختر النساء کو گفتارِ اقبال پر تحقیق کے دوران میں احساس ہوا کہ اگرچہ گفتارِ اقبال میں روزنامہ زمیندار کا کچھ اقبالیاتی لوازمہ موجود ہے۔ اس کے باوجود، اس سلسلے کی بہت سی تحریریں اور متفرق لوازمہ ہنوز منظرعام پر نہیں آیا۔ انھوں نے نہایت عرق ریزی سے یہ لوازمہ تلاش کیا اور اسے مختلف عنوانات کے تحت ابواب بندی کر کے کتابی صورت میں پیش کیا ہے۔

روزنامہ زمیندار سے اخذ کردہ لوازمے میں، علمی وسیاسی سرگرمیوں کی خبریں، اقبال کی تقاریر، بیانات، تبصرۂ کتب، مکاتیب اور تار وغیرہ شامل ہیں۔ علاوہ ازیں تصانیفِ اقبال پر مضامین اور تبصرے، ان کی اشاعت کے متعلّق اشتہارات، اطلاعات، رپورٹیں، تجزیے، تبصرے، تار وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اقبال کی چند نظمیں، سوانحی مواد، معاصرین اور احباب سے تعلّقِ خاطر، انجمنیں، ادارے اور افکار وحوادث میں ذکرِ اقبال بھی اس کتاب میں موجود ہے۔ الغرض روزنامہ زمیندار سے اقبال و اقبالیات سے متعلّق ہر طرح کی تحریریں اور لوازمہ تلاش و اخذ کر کے کتاب میں شامل کردیا گیا ہے۔ سارے لوازمے کو بڑے سلیقے کے ساتھ زمانی اعتبار سے چھے ابواب میں تقسیم کر کے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس پر حواشی و تعلیقات مستزاد ہیں جو محترمہ اختر النساء کے محنتِ شاقہ پر دال ہیں۔ ۱۳ صفحات کا مفصل دیباچہ بھی لائق مطالعہ ہے۔ یہ کتاب اقبالیاتی ذخیرے میں عمدہ اضافہ ہے اور اس کی اشاعت سے اقبال کی تفہیم اور اقبالیات کی تحقیق میں بہت مدد ملے گی۔ (قاسم محمود احمد)

پسِ آئینہ کوئی اور ہے (سفرنامہ فلسطین)، محمد اظہر علی۔ ناشر: غزالی ایجوکیشن ٹرسٹ، غزالی فورم، ناروے۔ فون: ۴۴۵۲۳۲۷-۰۳۰۰۔ صفحات: ۳۱۴۔ قیمت: ۶۵۰ روپے (۲۰۰ کراؤن)

انبیا و رسل کی سرزمین فلسطین، مکۃ المکرّمہ اور مدینہ منورہ کی طرح مقدس مقامات میں شمار ہوتی ہے مگر امریکا و مغرب کی آشیرباد سے قائم ہونے والی اسرائیلی ریاست اور اس کے غاصبانہ قبضے کے باعث مسلمانوں کا یہاں آنا جانا کم ہی ہوتا ہے۔ اس لیے فلسطین و اسرائیل کے حالات و واقعات کے بارے کسی مسلمان کا سفرنامہ کم کم دیکھنے کو ملتا ہے۔

پاکستان سے تعلّق رکھنے والے محمد اظہر علی اور ان کی اہلیہ طویل عرصے سے ناروے میں مقیم ہیں۔ ان کا بیٹا چونکہ اسرائیل میں یونیسکو کے دفتر میں ملازم تھا، اس بنا پر انھیں فلسطین و اسرائیل دیکھنے کا موقع ملا۔ اپنے اس ۱۰ روزہ سفر کے دوران انھوں نے جو دیکھا اُسے رقم کردیا۔ سفرنامہ عمدہ اسلوب اور معیاری واقعات نگاری، اعداد و شمار، معلومات اور واقعات عبرت کا مرقع ہے۔ اپنے نام پسِ آئینہ کوئی اور ہے سے شاعری کی کتاب معلوم ہوتی ہے مگر پڑھنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ سفرنامہ فلسطین و اسرائیل ہے۔ مسجد اقصیٰ اور فلسطین و اسرائیل کے تاریخی مقامات اور ۵۰ سے زائد عنوانات کے تحت معلومات جمع کی گئی ہیں، جب کہ آخر میں چند یادگاری تصاویر کتاب کا

حُسن دوچند کرتی ہیں۔ آغازِ کتاب میں مصنف نے اس معرکے کو سر کرنے کی داستان بیان کی ہے۔ یہ سفرنامہ فلسطین کی حقیقی اور سچّی تصویر پیش کرتا ہے اور اسرائیل کے ہتھکنڈوں کو بے نقاب کرتا ہے۔ سفری ادب میں یہ ایک قابلِ قدر، دل چسپ اور مفید اضافہ ہے۔ اسرائیل و فلسطین سے دل چسپی رکھنے والوں کے لیے براہِ راست حاصل شدہ معلومات اور واقعاتِ عبرت پر مبنی ایک خوب صورت سفرنامہ۔(عمران ظہور غازی)

نہ قفس، نہ آشیانہ، سہیل فدا۔ ناشر: پیراماؤنٹ پبلشنگ انٹرپرائزز، ۱۵۲/۱۰- بلاک ۲، پی ای سی ایچ سی، کراچی-۷۵۴۰۰۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت: ۳۹۵ روپے۔

جہاں زیب کالج سیدو شریف (سوات) میں سالِ اوّل کا طالب علم اپنے کزن کے قتل میں دھر لیا گیا۔ بے گناہ ملزم کے والد نے تھانے دار کو ۲ لاکھ روپے کی رشوت دینے سے انکار کیا تو ملزم پر بے پناہ تشدد ہوا، مقدمہ چلا اور آخر سزاے موت سنائی گئی۔ اس عرصے میں سہیل فدا نے اپنے دادا اور والدہ کی دعاؤں، مطالعے کی طرف طبعی رغبت اور (سب سے بڑھ کر) والد کی حوصلہ افزائی کے سہارے بفضلہٖ تعالیٰ پے در پے تعلیمی امتحانات پاس کیے۔ 'بین الاقوامی تعلقات' میں ایم اے کیا۔ ایک اپیل کے نتیجے میں وفاقی شریعت کورٹ نے سزاے موت عمر قید میں بدل دی۔ بی کلاس کی سہولت ملی، ایم اے تاریخ میں کیا۔ انگریزی ادب میں ایم اے کا نتیجہ مارچ ۲۰۱۲ء میں آنے والا ہے اور سہیل فدا کی رہائی بھی اسی سال متوقع ہے۔

کہنے کو تو یہ ایک نوعمر طالب علم کی آپ بیتی ہے مگر اس سے ہمارے عدالتی نظام، جیلوں، حوالات، پولیس کے طور طریقوں خصوصاً 'تفتیش' کے نام پر انسانیت سوز مظالم اور حربوں کے مثبت اور منفی پہلو سامنے آتے ہیں (زیادہ تر منفی)۔ مثبت یہ کہ اگر کوئی ملزم یا مجرم اپنی تعلیمی استعداد بڑھانا چاہے تو برطانوی عہد سے جاری قانون اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، اور مختلف تعلیمی امتحانات پاس کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی سزا میں کمی ہوتی جاتی ہے جیسا کہ سہیل فدا کے ساتھ ہوا۔

یہ مختصر آپ بیتی ملزموں، مجرموں اور خود حاکموں کے لیے بھی سبق آموز ہے۔ حاکم تو کیا سبق لیں گے، ہاں کوئی نرم دل اور دردمند شخص جیلوں اور پولیس تفتیشی طریقوں کی اصلاح کا بیڑا اُٹھائے تو اس داستان سے مدد ملے گی۔ سہیل فدا قابلِ تعریف ہیں کہ انھوں نے رشوت طلب کرنے

والے تھانے دار، تشدد کرنے والے پولیس اہل کاروں، جیل میں امتحان لینے کے لیے آنے والے پروفیسر ممتحنوں اور تشدد سے اَدھ موے ملزم کو مزید ریمانڈ کے لائق (فٹ) اور تشدد کی علامات ونشانات کے باوجود اسے ہٹا کٹا قرار دینے والے جیل کے ڈاکٹروں کے خلاف کسی طرح کے انتقامی جذبات کا اظہار نہیں کیا (زندگی میں کامیابی کے لیے صبر وتحمل کا یہ وصف غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے)۔

پانچ برس تک سزاے موت کی تلوار سہیل فدا کے سر پر لٹکتی رہی، مگر نماز اور ''اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع'' (ص ۱۰۳) کرنے سے ان کی گھبراہٹ کافور ہو جاتی۔ انھی پانچ سالوں میں سہیل نے ایم اے تک کی تعلیم مکمل کی اور بہت کچھ غیر نصابی عمومی مطالعہ بھی کیا۔ ایک جگہ بتایا ہے:

معروف کمیونسٹ سبطِ حسن کی تحریروں نے میرے مذہبی معتقدات کو کچھ عرصے کے لیے ہلا کر رکھ دیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے ڈر اور کال کوٹھڑی میں اس کی مدد کی شدید ضرورت بالآخر سبطِ حسن کے کچھ نظریات کی بہ نسبت کہیں زیادہ طاقت ور ثابت ہوئی۔ (ص ۱۱۴)

۲۰۱۲ء میں متوقع رہائی کے بعد وہ تعلیمی شعبے میں خدمات انجام دینے کا عزم کیے ہوئے ہے۔ کتاب کا حُسنِ اشاعت واہتمام لائقِ داد ہے، مگر قیمت افسوس ناک طور پر زیادہ، بہت ہی زیادہ ہے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

تعارف کتب

◉ آیاتِ جاوداں، پروفیسر ڈاکٹر سیّد سعید احمد۔ ناشر: فضلی سنز لمیٹڈ، اُردو بازار، کراچی۔ صفحات: ۴۰۰۔ قیمت: ۵۹۵ روپے۔ [۱۵ اعنوانات سے (ذاتِ باری تعالیٰ، ابطالِ شرک، رسولِ اکرم، یومِ آخرت، انسان، تقویٰ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، اخلاق وغیرہ) کے تحت قرآنِ حکیم کی منتخب آیات مع بامحاورہ ترجمہ۔ ان میں سے کسی موضوع پر مطالعہ کرنا ہو یا تقریر یا درسِ قرآن تیار کرنا ہو تو یہ کتاب ایک مفید معاون ہے۔]

◉ ذٰلک عیسٰیؑ ابن مریمؑ، مؤلف: یعقوب سروش۔ ناشر: مکتبہ بساطِ ذکر وفکر، شریف کاٹیج، آرمور، ضلع ناظم آباد، بھارت۔ فون: ۹۹۶۳۹۹۷۹۰۹۔ صفحات: ۷۲۔ قیمت: فی سبیل اللہ۔ [زیرنظر کتابچے میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات میں مثبت اندازِ فکر اپنانے کے پیشِ نظر حضرت عیسٰیؑ اور حضرت مریمؑ کے بارے میں قرآنی تعلیمات کو پیش کیا گیا ہے تاکہ ان کی مثبت اور قابلِ احترام تصویر سامنے آسکے۔ یہودی، عیسائی، قادیانی اور مختلف باطل گروہوں کی نزولِ مسیح کے بارے میں پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا بھی تدارک کیا گیا ہے۔ آیات کا ترجمہ اُردو، انگریزی، ہندی اور تلگو زبان میں کیا گیا ہے۔]

اُمہات المومنینؓ، میر بابر مشتاق۔ ناشر: مکتبہ خواتین میگزین، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ صفحات: ۵۶۔ قیمت: ۴۰۔ فون: ۰۴۲-۳۵۴۳۵۶۶۷۔ [ازواجِ مطہراتؓ کا اختصار اور جامعیت کے ساتھ تذکرہ جس میں ان کی سیرت و کردار، اور نبی کریمؐ کی خانگی زندگی، اسلامی معاشرت، اور اشاعتِ دین کے لیے خدمات کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز اُمہات المومنینؓ کے ساتھ ساتھ نبی کریمؐ کی باندیوں کا بھی ذکر ہے۔]

بدکاروں کی زندگی کا عبرت ناک انجام، مؤلف: مجدی فتحی السید، ترجمہ: پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی۔ ملنے کا پتا: کتاب سرائے، اُردو بازار، لاہور۔ فون: ۰۴۲-۴۴۵۳۳۵۸۔ صفحات: ۱۹۱۔ قیمت: ۲۰۰ روپے۔ [قرآن وحدیث، تاریخ اسلام سے بُرے لوگوں کے انجامِ بد پر مبنی سچے واقعات کا انتخاب۔ نیز عالمِ عرب و دیگر ممالک کے واقعات بھی بطور عبرت پیش کیے گئے ہیں، اور توبہ کرنے اور رجوع الی اللہ کی دعوت دی گئی ہے۔]

گل دستہ گلزارِ سعدیؒ، مرتب: مولانا محمد کونڈھوی فلاحی۔ ناشر: زم زم پبلشرز، شاہ زیب سنٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار، کراچی۔ فون: ۰۲۱-۳۲۷۲۹۰۸۹۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔ [شیخ سعدی شیرازی کی اخلاقی تعلیمات اور حکایات پر مبنی کتب: گلستان، بوستان اور کریما شہرۂ آفاق اور قیمتی علمی ورثہ ہیں۔ ان کتابوں سے منتخب حکایات کے علاوہ حکمت ونصیحت کی باتیں، اخلاقی تعلیمات اور اقوالِ زریں کو اختصار سے منفرد انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اہلِ ذوق کے لیے مختصر اور گراں قدر مجموعہ۔]

علمِ نافعہ، مرتب: ڈاکٹر عابد اقبال ملک۔ ناشر: عثمان پبلی کیشنز، کراچی۔ فون: ۰۳۶۴-۴۸۷۴۰۷۴۔ صفحات: ۱۵۲۔ قیمت: درج نہیں۔ [نئی نسل آج جتنی فلمی دنیا، کھیلوں اور لہو ولعب کی دنیا سے واقف ہے اور انھیں اپنے آئیڈیل قرار دیتی ہے، اتنی اپنے اسلاف، اکابر، خلفاے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کے کارناموں سے آشنا نہیں۔ نوجوان نسل کو قرآن وحدیث، سیرتِ رسولؐ واصحابِ رسولؐ، تاریخ اسلام، فقہ اور دین کی بنیادی تعلیمات سے آگہی اور حصولِ علم کی تحریک کے جذبے سے یہ کتاب سوال وجواب کی صورت میں مرتب کی گئی ہے۔]

میرے سوالات اور قرآن کے جوابات، مرتب: اعزاز افتخار۔ ناشر: سندھو پبلی کیشنز۔ حیدرآباد۔ فون: ۰۳۰۱-۳۵۶۵۷۶۷۔ صفحات: ۹۶۔ قیمت: بلامعاوضہ۔ [قرآن کے احکامات سے مختصر وقت میں آگہی کے لیے احکامات پر مبنی آیات کو سوالاً جواباً مرتب کیا گیا ہے۔ توحید، شرک، آدم، انسان، شیطان، توبہ، رسالت، قرآن، نماز، روزہ، زکوٰۃ وصدقات، حج، وعمرہ، حقوق العباد، طلاق، وراثت، قیامت، جنت اور جہنم جیسے موضوعات کے تحت ابواب قائم کیے گئے ہیں۔]

اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ فخر لوگ، اخذ وترتیب: غلام مصطفیٰ فاروق۔ ناشر: کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ صفحات: ۱۸۳۔ قیمت: درج نہیں۔ [ان آٹھ اُمور کا تذکرہ جن پر کاربند لوگوں کا اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر سے ذکر کرتا ہے اور ان کی مغفرت کا اعلان کرتا ہے۔ ان اُمور میں یومِ عرفہ کو میدانِ عرفات میں موجودگی، راہِ خدا میں استقامت، مجالس ذکر، نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھنا، تہجد گزاری، قرآن کی تلاوت وتدریس، اذان اور اقامت کہنا، اور نمازِ فجر اور عصر کی حفاظت شامل ہیں۔ فضائل

وبرکات کے ساتھ ساتھ بعض غلط فہمیوں اور ضعیف روایات کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔]

◉ **چلتے چلتے**، فرزانہ چیمہ۔ ناشر: ادبیات، رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون: ۰۴۲-۳۷۳۶۱۴۰۸۔ صفحات: ۳۸۳۔ قیمت: ۴۰۰ روپے۔ [مایوسی کے موجودہ عمومی حالات میں یقیناً فکاہیہ کالم نگاری اور مزاح نویسی غنیمت ہے جو قارئین کے لیے مزاح، چوٹ، پھبتی اور طنز کے ذریعے مسرت کا ساماں کرتی ہے اور عبرت، نصیحت اور رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیتی ہے۔ چلتے چلتے فرزانہ چیمہ کے ہلکے پھلکے انداز میں لکھے گئے ایسے ہی کالموں کا مجموعہ ہے جو ماہنامہ بتول میں شائع ہوتے رہے، جنھیں اگر دل چسپ خبریں، شگفتہ تبصرے اور تبسم ریز قلم قتلے کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔]

◉ **زندگی کو خوش گوار بنایئے**، ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن العریفی، مترجم: معراج محمد بارق۔ ناشر: قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی۔ فون: ۰۲۱-۳۲۶۲۷۶۰۸۔ صفحات: ۶۴۴۔ قیمت: ۵۶۰ روپے۔ [العریفی کی کتاب اِستمتع بحیاتك کا موضوع ''انسانی تعلقات کا فن اور اس کے اصول وقواعد سیرتِ نبویؐ کی روشنی میں'' ہے۔ عنوانات کچھ تو ڈیل کارنیگی کی طرح ہیں اور کچھ ناصحانہ اور بزرگانہ ہیں۔ مختصراً یہ کتاب بتاتی ہے کہ ہم اپنے رویوں میں کیسے اصلاح کر کے کامیاب ترین زندگی گزار سکتے ہیں۔ مصنف، اصلاح بذریعہ قرآن اور رسولؐ کے قائل ہیں۔ ترجمہ صاف اور رواں ہے۔ مزید برآں تاریخی اور معاشرتی واقعات کی شمولیت سے کتاب کو اور بھی دل چسپ بنا دیا گیا۔ ایک فائدہ مند اور قابلِ مطالعہ کتاب۔]

GET
GHAZALI EDUCATION TRUST

دوسرا انٹرنیشنل یوتھ لیڈرشپ کیمپ (برائے طالبات)

2 تا 7 جولائی 2012ء بمقام مری ہلز

غزالی ایجوکیشن ٹرسٹ...... 354 سکولز اور 5 خواتین کالجز میں زیر تعلیم 44 ہزار سے زائد طلبہ و طالبات اور 2200 اساتذہ کرام کی تعلیم و تربیت کا 16 سالہ وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ تعلیم و تربیت کے میدان میں اپنے دائرہ کار کو وسیع کرتے ہوئے سال 2012ء میں تارکین وطن (خصوصاً سعودی عرب اور خلیجی ممالک میں مقیم) پاکستانی بچیوں کے لئے "دوسرا انٹرنیشنل یوتھ لیڈرشپ کیمپ" کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔

"اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے"

کیمپ کے مقاصد:

- طالبات کو اسلام کا حقیقی تصور سمجھانا
- ان میں وسعتِ نظر اور خود اعتمادی پیدا کرنا
- خواتین سے متعلقہ تمام شعبوں میں قوم کو صحیح قیادت فراہم کرنا

کیمپ کی خصوصیات:

- قرآن، حدیث، اسلامی فقہ، حالاتِ حاضرہ اور لیڈرشپ کے حوالے سے خصوصی لیکچرز، مباحثے، ورکشاپس و دیگر سرگرمیاں
- مری اور اسلام آباد کے تعلیمی، تفریحی اور تاریخی مقامات کی سیر
- اسلامی تحاریک کے قائدین کے ساتھ براہ راست تبادلہ خیال

کیمپ کے شرکاء:

- بیرون ملک (خصوصاً سعودی عرب اور خلیجی ممالک میں) مقیم پاکستانی طالبات
- اندرون ملک مقیم طالبات کے لیے بھی محدود نشستیں
- عمر کی حد 14 سال تا 22 سال

زر تعاون:

- برائے بیرون ملک طالبات: 1000 سعودی ریال
- برائے اندرون ملک طالبات: 15000 روپے

زیر نگرانی: ڈاکٹر اشتیاق احمد گوندل (ممبر بورڈ آف ٹرسٹیز، غزالی ایجوکیشن ٹرسٹ) — ڈاکٹر سمیعہ راحیل قاضی (ممبر بورڈ آف ڈائریکٹرز، غزالی ایجوکیشن ٹرسٹ)

برائے رابطہ: سید عامر محمود: +92-333-4474395
عبدالسلام: +92-333-5678009

رجسٹریشن: آخری تاریخ 20 مئی 2012ء

رجسٹریشن فارم غزالی ایجوکیشن ٹرسٹ کی ویب سائٹ www.get.org.pk سے ڈاؤن لوڈ کیا جا سکتا ہے

5-E ثمن برگ، جوہر ٹاؤن لاہور۔
فون: (+92-42)35222702, 35222705
فیکس: (+92-42)35222729
E-mail:info@get.org.pk
Website:www.get.org.pk

ISO 9001:2008 Certified Trust

مدیر کے نام

عبدالرشید عراقی ، سوہدرہ

'خلفاے راشدینؓ نے جس طرح اپنا دورِ حکومت گزارا' (مارچ ۲۰۱۲ء)، اگر ہمارے ملک کے حکمران ان کی تقلید کریں، تو عوام ان کے لیے دعاے خیر کریں گے، اور اگر انحراف کریں گے تو پھر ان کا اللہ ہی حافظ ہے۔ کاش! ہمارے حکمران اپنا رویہ درست کریں تو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں کامیابی ہی کامیابی ہے۔

افتخار احمد خاور، پشاور

'مزید کامیابیاں اور سازشیں' (مارچ ۲۰۱۲ء) کے مطالعے سے جہاں عالمِ عرب کے مسائل کا علم ہوا، وہاں اخوان المسلمون کی طویل جدوجہد اور کامیابیوں کو جان کر ایک نیا عزم اور ولولہ بھی ملتا ہے۔

نورالہادی نور ، چترال

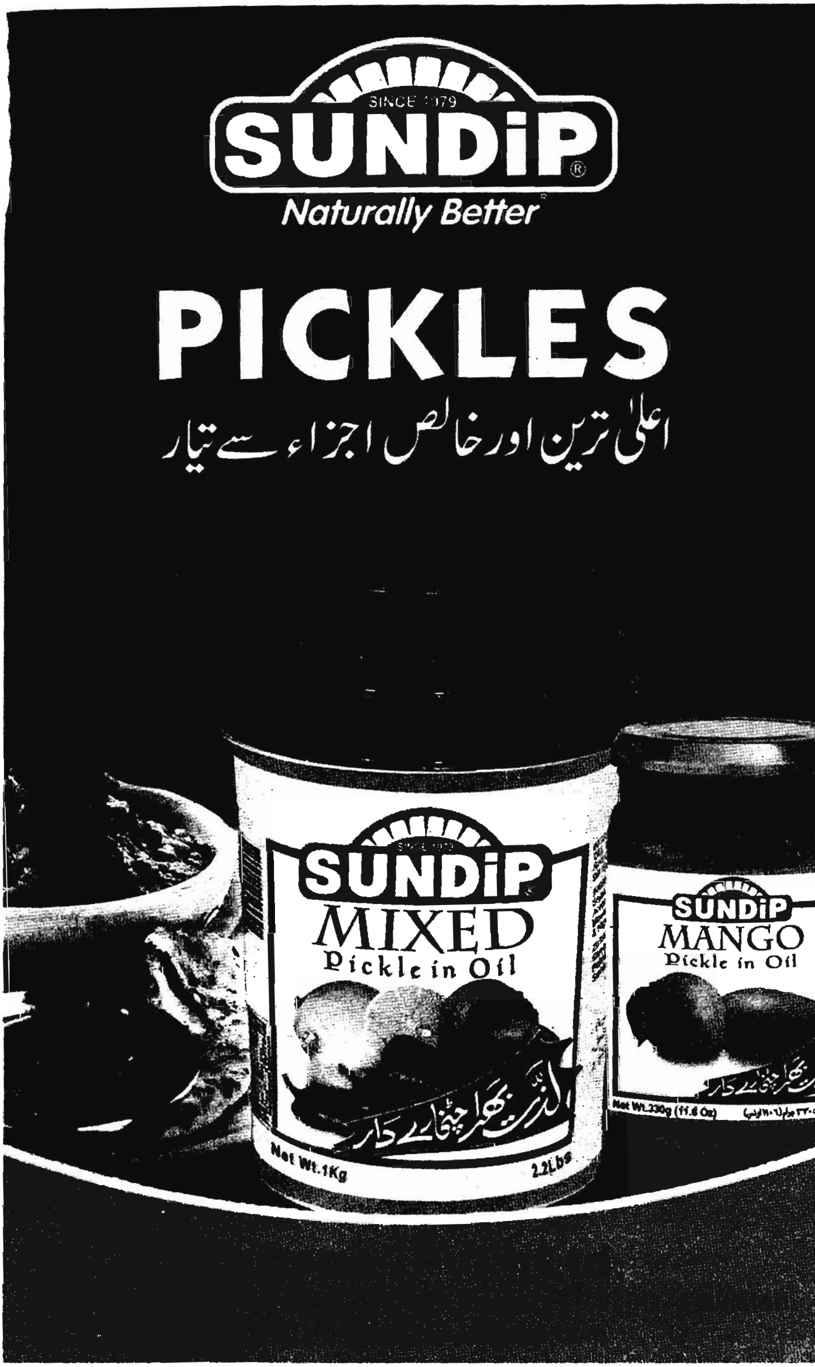
'منصب کی طلب' (فروری ۲۰۱۲ء) تحریک اسلامی سے وابستگان کے لیے ایک بنیادی اہمیت کا حامل، یاد دہانی اور سبق کی حیثیت رکھنے والا اہم مضمون ہے۔ مصر میں اخوان المسلمون کی انتخابی کامیابی کے تناظر میں ڈاکٹر انیس احمد نے تحریکِ اسلامی پاکستان کے لیے جو غور طلب نکات پیش کیے ہیں، چشم کشا ہیں۔

ساجدہ ناہید ، دبئی

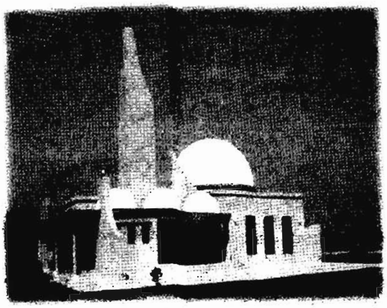
دادا جان مرحوم و مغفور کی وساطت سے ترجمان القرآن سے رابطہ تو زندگی کے اس دور سے ہی ہوگیا جب اس کے مضامین سمجھ سے بالاتر تھے۔ نور اور پھر بتول کو پڑھنا دل چسپ لگتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس ماہنامے کی اہمیّت واضح ہونے لگی۔ پھر تو ہر تحریر علم وعمل کے لیے مہمیز ثابت ہوئی، اور ہر ماہ ترجمان کا شدت سے انتظار رہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ اس بہترین رہنمائی پر اجرعظیم سے نوازے، آمین!

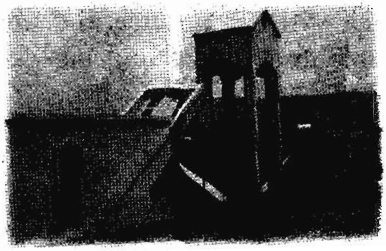
'عورتوں کی باجماعت نماز' (فروری ۲۰۱۲ء) پر ڈاکٹر عبدالحی ابڑو کا مضمون پڑھا۔ مدلل انداز میں فقہ حنفی کی رُو سے اس مسئلے کو واضح کیا گیا ہے۔ حقیقتاً ایک طویل عرصے سے اس موضوع پر فقہ حنفی کا دوسری فقہوں سے اختلاف سننے میں آتا رہتا تھا اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کیا جائے۔ الحمدللہ مسئلہ سمجھ میں آگیا اور واضح رہنمائی ملی۔

وضاحت: 'رسائل ومسائل' (مارچ ۲۰۱۲ء) میں جادو کے علاج کے لیے جن قرآنی آیات کو پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے وہ یہ ہیں: سورۂ اعراف ۷:۱۱۷ تا ۱۲۰، سورۂ یونس ۱۰:۸۱ تا ۸۲، اور سورۂ طٰہٰ ۲۰: ۶۸ تا ۶۹


SINCE 1979
SUNDiP
Naturally Better
PICKLES
اعلیٰ ترین اور خالص اجزاء سے تیار
SUNDiP
MIXED
Pickle in Oil
Net Wt.1Kg
2.2Lbs
SUNDiP
MANGO
Pickle in Oil
Net Wt.330g (11.6 Oz)

NOC-91/N-1/TP/TMA/FJ





موٹروے سٹی

محل وقوع:

نیو اسلام آباد انٹرنیشنل ایئرپورٹ، جامعت اسلامی کے قریب بٹی، منارہ ڈیم جیسی خوبصورت تفریح گاہ اور مارگلہ و کھیری سہوت کی سرسبز و شاداب پہاڑیوں کے وسط میں تیمیر لت ایجوکیشن کے ساتھ واقع ہے۔

ترقیاتی کام:

سوسائٹی میں مین گیٹ، مسجد اور تین خوبصورت جھیلیں مکمل ہو چکی ہیں۔ 200 کنال پر محیط خوبصورت پارک کی تعمیر جاری ہے اور ماڈل گھروں کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔ ایک فیز کی پلاننگ مکمل کر کے ممبران کو قبضہ دیے جا رہے ہیں۔

قطبال ٹاؤن

اسلام آباد

(بکنگ جاری)



محل وقوع:

یہ اسلام آباد ہائی وے سے 800 گز کے فاصلے پر کھنہ ایسٹ میں پہلے سے موجود آباد رہائشی سکیموں کے جھرمٹ میں واقع ہے۔ اسلام آباد ہائی وے، لہتراڑ روڈ اور کھنہ پل سے قریب ہونے کی وجہ سے 24 گھنٹے ٹرانسپورٹ کی سہولت۔

ترقیاتی کام:

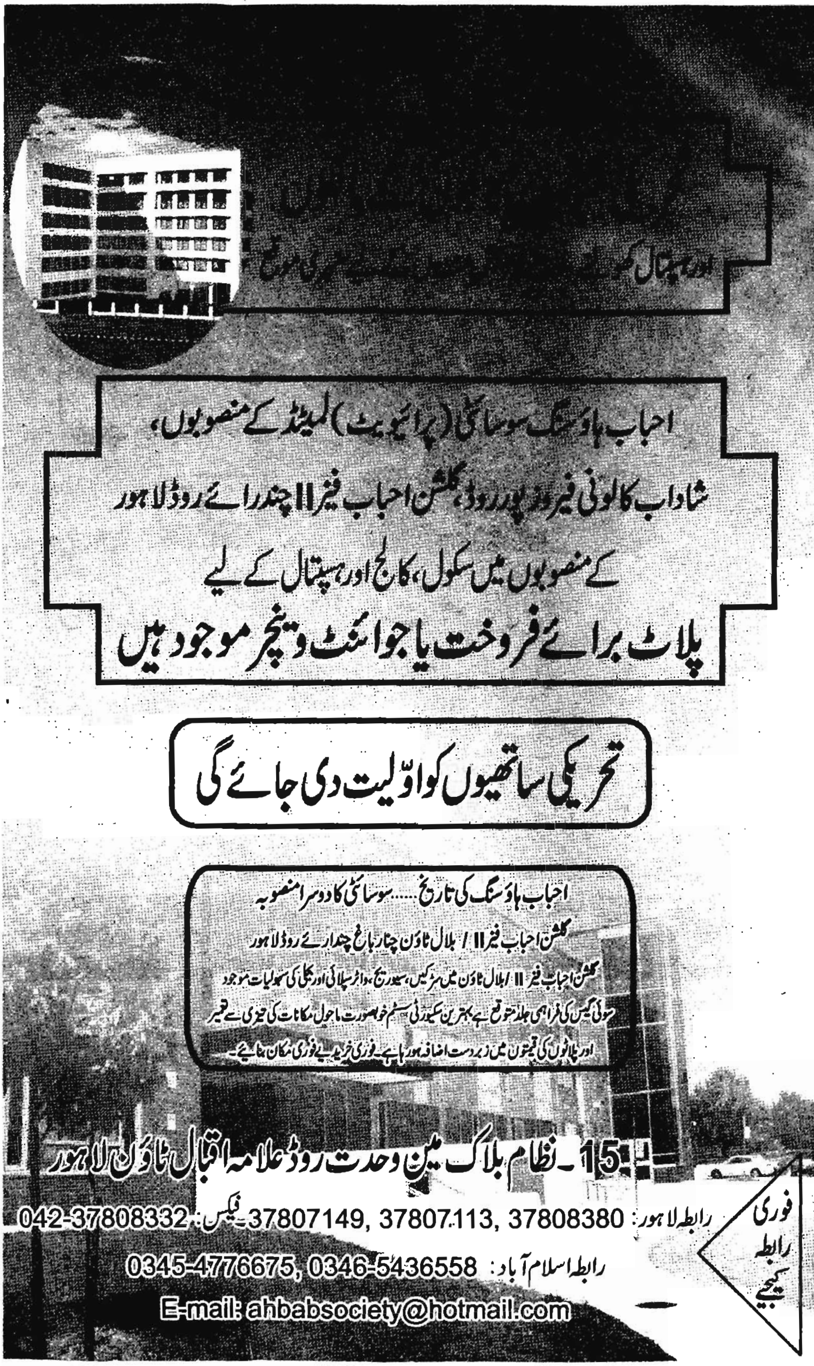
یہاں تمام بنیادی سہولیات بجلی، پانی اور گیس وغیرہ پہلے سے موجود ہیں اس کے علاوہ یہ سکیم انڈر گراونڈ سیوریج اور باؤنڈری وال سے آراستہ ہے۔ یہاں بنیادی سہولیات کی دستیابی و ترقیاتی کام مکمل ہونے کی وجہ سے آپ فوری رہائش رکھ سکتے ہیں، گھروں کی تعمیر کا کام تیزی سے جاری ہے۔

ضرورت نمائندگان:

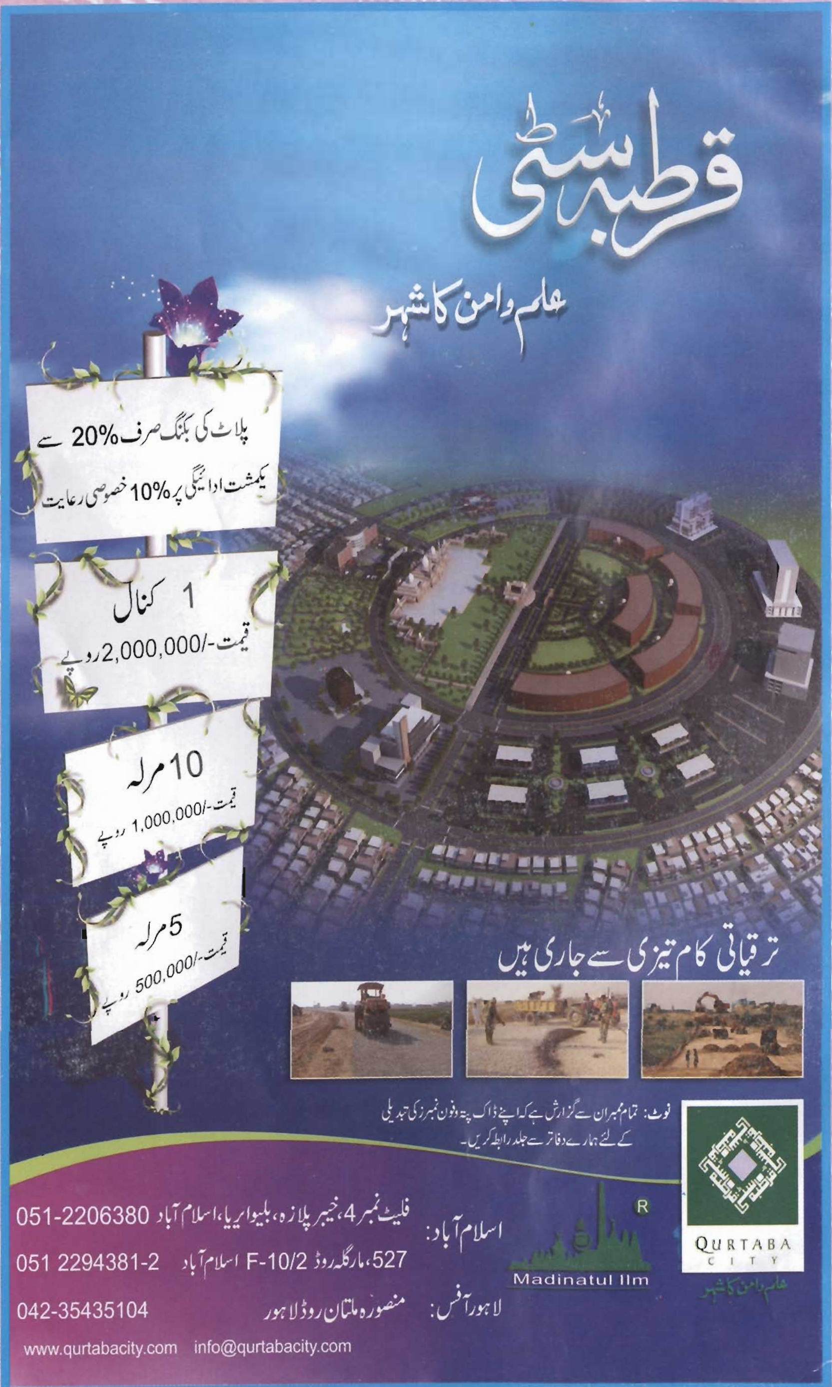
ملک بھر سے پلاٹوں کی بکنگ کے لیے نمائندوں / کمیشن ایجنٹس کی ضرورت ہے۔ پرکشش کمیشن پیکج دیا جائے گا۔

U.A.N: 051-111-700400. 051-5961923.5961682

Fax 051-5962... Email: shaukat@...comsats.net.pk Web: www.baz group.com


احباب ہاؤسنگ سوسائٹی (پرائیویٹ) لمیٹڈ کے منصوبوں،
شاداب کالونی فیروز پور روڈ، گلشن احباب فیز II چندرائے روڈ لاہور
کے منصوبوں میں سکول، کالج اور ہسپتال کے لیے
پلاٹ برائے فروخت یا جوائنٹ وینچر موجود ہیں
تحریکی ساتھیوں کو اوّلیت دی جائے گی
احباب ہاؤسنگ کی تاریخ...... سوسائٹی کا دوسرا منصوبہ
گلشن احباب فیز II / بلال ٹاؤن چنار باغ چندرائے روڈ لاہور
گلشن احباب فیز II / بلال ٹاؤن میں سڑکیں، سیوریج، واٹر سپلائی اور بجلی کی سہولیات موجود
سوئی گیس کی فراہمی جلد متوقع ہے بہترین سکیورٹی سسٹم خوبصورت ماحول مکانات کی تیزی سے تعمیر
اور پلاٹوں کی قیمتوں میں زبردست اضافہ ہو رہا ہے۔ فوری خریدیے فوری مکان بنائیے۔
15۔ نظام بلاک مین وحدت روڈ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
رابطہ لاہور: 37807149, 37807113, 37808380 فیکس: 042-37808332
رابطہ اسلام آباد: 0345-4776675, 0346-5436558
E-mail: ahbabsociety@hotmail.com
فوری رابطہ کیجیے

مرزا محمد الیاس نے ارقم آفاق پرنٹر، بلال گنج سے چھپوا کر اچھرہ، لاہور سے شائع کیا۔



قرطبہ سٹی
علم و امن کا شہر
پلاٹ کی بکنگ صرف 20% سے
یکمشت ادائیگی پر 10% خصوصی رعایت
1 کنال
قیمت -/2,000,000 روپے
10 مرلہ
قیمت -/1,000,000 روپے
5 مرلہ
قیمت -/500,000 روپے
ترقیاتی کام تیزی سے جاری ہیں
نوٹ: تمام ممبران سے گزارش ہے کہ اپنے ڈاک پتہ و فون نمبرز کی تبدیلی
کے لئے ہمارے دفاتر سے جلد رابطہ کریں۔
QURTABA CITY
علم و امن کا شہر
Madinatul Ilm
اسلام آباد: فلیٹ نمبر 4، خیبر پلازہ، بلیو ایریا، اسلام آباد 051-2206380
527، مارگلہ روڈ F-10/2 اسلام آباد 051 2294381-2
لاہور آفس: منصورہ ملتان روڈ لاہور 042-35435104
www.qurtabacity.com info@qurtabacity.com

C.P.L. 322 *Monthly* AALMI TARJUMAN - UL - QURAN LAHORE. **Ph:** 3758 7916 **Fax:** 3753 5660